جلد 11 شمارہ 11 ستمبر 2009ء رمضان 1430ھ

ماہنامہ

منشور دعوت

قُلْ لَنْ يُّصِيْبَنَا اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ج هُوَ مَوْلٰنَا
وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ٥

(التوبہ ـ 51)

ترجمہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے کہ ہم کو کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دی ہو۔ وہی ہمارا کارساز ہے۔
مومنوں کو اللہ ہی کا بھروسہ رکھنا چاہئے۔

ماہنامہ
آسرہ فلاح آدمیت
گوجرانوالہ
عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد خواجہ عبدالحکیم انصاری رح
بانی سلسلہ

نگران و سرپرست
محمد صدیق ڈار صاحب توحیدی
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
Mob: 0300-6493335
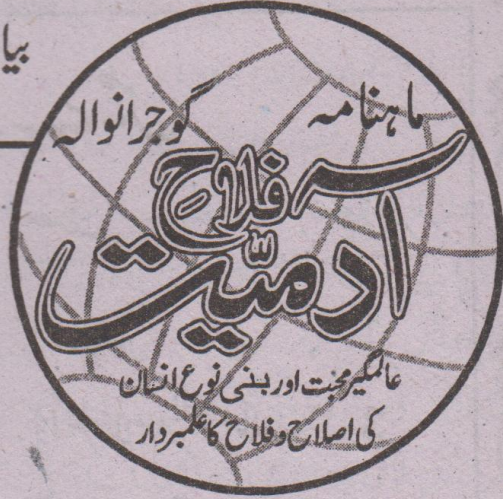
شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ کے لئے

مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ)
وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph:055-3862835
055-3003304

رابطہ مدیر: 0321-6400942
فیکس نمبر: +92-55-3736841
ای میل: info@toheedia.net

قیمت شمارہ ———— -/20 روپے
سالانہ فنڈ ———— -/200 روپے

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراجدین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

اس شمارے میں

مضمون	مصنف	صفحہ نمبر
دل کی بات	احمد رضا	1
درس قرآن	ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک	3
فاقہ نہ کریں روزہ دار بنیں	قبلہ محمد صدیق ڈار	10
فضائل ومسائل رمضان	حافظ شہزاد احمد	13
رمضان کے مسائل واحکام	حافظ محمد یٰسین	19
قرآن فہمی کے اصول	سلطان بشیر محمود	24
توکل علی اللہ اور اطمینان قلب	قبلہ محمد صدیق ڈار	32
ملفوظات حضرت علی ہجویریؒ	جواد رضا	38
پیارے رسول ﷺ کی پیاری زبان	قبلہ محمد صدیق ڈار	39
حضرت اسعدؓ بن زرارہ	طالب الہاشمی	40
سفرنامہ کروایشیاء	طارق محمود	57

دل کی بات

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

رمضان المبارک کے آخری عشرے کا آغاز ہے۔ اللہ کا یہ مہینہ اب ہمارے پاس چند دنوں کا مہمان ہے۔ اللہ کے قرب ورضا کے حصول کیلئے اب ہماری کوشش میں مزید شدت آنی چاہیے بڑے ہی خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے دن کو بھوکے پیاسے رہ کر اور رات کو قیام ونوافل میں گزار کر اللہ کی خوشنودی کے حصول کیلئے جدوجہد کی ہے۔ اگر کسی سے گذشتہ دنوں میں کوئی سستی یا کوتاہی ہو بھی گئی ہے تو اسکے اچھے ازالے کا موقع ابھی موجود ہے۔ اس آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے ایک رات ایسی ہے جسکے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "**خیر من الف شھر**" وہ رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اور مفسرین لکھتے ہیں کہ اس سے ہزار مہینوں کی راتیں مراد نہیں بلکہ دن بھی اِس میں شامل ہیں اور اسی رات کے متعلق آپؐ نے فرمایا کہ اِسکو آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ یوں ہمارے پاس ایک نادر موقع موجود ہے کہ ہم راتوں کو اُٹھ کر اللہ کے سامنے گڑگڑائیں اور اپنے اور امت مسلمہ کے گناہوں کی معافی مانگیں۔ اِس کیلئے "اعتکاف" کی سنت بہت مفید ثابت ہوسکتی ہے۔ اِس کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنا احتساب بھی کرتے رہنا ہوگا۔ کیونکہ آپؐ کا فرمان ہے کہ سابقہ گناہ اِسی کے معاف ہونگے جو ایمان اور احتساب کے ساتھ روزے رکھے گا۔ احتساب یہی ہے کہ ہر گزرتے دن کے ساتھ اپنا جائزہ لیتا رہے کہ کل کے مقابلے میں آج کتنے مزید گناہوں سے محفوظ رہا اور کونسی نیکی میں اضافہ ہوا۔ اور اِسکے ذریعے اپنی روح میں پیدا ہونیوالی "لطافت" کی حفاظت کرے۔ احتساب دراصل ایسے ہے کہ آپ کے اندر ایسی حسیّات Senses پیدا ہوجائیں جو آپکو کسی بھی کثیف اور لطیف چیز سے خبردار کرتی رہیں۔ جیسے ہی کوئی گناہ ہوا اِسکی کثافت روح نے محسوس کر لی اور جیسے ہی کوئی نیکی ہوئی اِسکی لطافت بھی روح نے فوراً محسوس کر لی۔ اگرچہ ایک دفعہ "سبحان اللہ" ہی کیوں نہ کہا ہو۔

روزہ (بھوک) اس کیفیت کو پیدا کرنے میں انتہائی کارگر چیز ہے۔ اگر ہم اس میں اپنی تھوڑی سی کوشش مزید شامل کرلیں تو رمضان کی کیفیات کا اثر باقی پورے سال تک محیط ہوسکتا ہے۔ مثلاً

☆حتی الامکان کم بولنے کی کوشش کریں اور اللہ کے ذکر کی طرف ہمہ وقت دھیان بڑھا دیں۔

☆سحری اور افطاری میں بے تحاشہ کھانے سے بچیں کہ اس سے تمام دن کی حاصل کی گئی کیفیت کے زائل ہونیکا خدشہ ہے۔

☆زیادہ سے زیادہ اللہ کی راہ میں روپیہ پیسہ دیں تا کہ دل پیسے کی محبت سے نکل آئے۔

☆ایسے آدمی جنہیں ہم لوگ معاشرے میں خاص عزت نہیں دیتے انکو اپنے دستر خوان میں شریک کریں۔

☆سادہ افطاریاں کروائیں تا کہ اِسکی حقیقی روح کو اُجاگر کرنیکا موقع ملے۔

اس ماہ میں نفس بھوک کی مشقت سے اَدھ موا ہوا ہوتا ہے۔اور نیکی یا اچھے کام کی عادت آسانی سے قبول کر لیتا ہے اور آپ اس ماہ میں کی گئی محنت کا فائدہ سارا سال اُٹھا سکتے ہیں۔اللہ ہمیں ماہ رمضان کی ایک ایک ساعت سے فائدہ اُٹھانے کی توفیق دے۔آمین

والسلام! احمد رضا

دُعا برائے ایصال ثواب

☆ رانا صفدر علی خان (آف ظفر وال) کے چھوٹے بھائی۔

☆ میاں انور صاحب (لاہور) کی ہمشیرہ محترمہ۔

☆ شاہد آفتاب خان (لاہور) کی والدہ محترمہ۔

☆ محمد یوسف سیٹھی (اسلام آباد) کی زوجہ محترمہ۔

قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔

تمام بھائیوں سے دُعائے مغفرت کی اپیل کی جاتی ہے

درس قرآن

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک

ابراہیم علیہ السلام کا ذکر

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

واذکر فی الکتب ابراھیم انه کان صدیقا نبیاo اذ قال لا بیه یابت لم تعبد مالا یسمع ولا یبصر ولا یغنی عنك شیئاo یابت انی قد جاء نی من العلم مالم یاتك فاتبعنی اھدك صراط سویاo یابت لا تعبد الشیطن ۔ ان الشیطن کان للرحمن عصیاo یابت انی اخاف ان یمسك عذاب من الرحمن فتکون للشیطن ولیاoقال اراغب انت عن الھتی یا برھیم لئن لم تنته لا رجمنك واھجرنی ملیاoقال سلم علیك ساستغفرلك ربی انه کان بی حفیاo واعتزلکم وما تدعون من دون اللہ وادعوا ربی عسی الا اکون بدعا ربی شقیًاo

''اور اِس کتاب میں ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ذکر کیجئے، بے شک وہ ایک راست باز انسان اور ایک نبی تھا۔(انہیں ذرا وہ موقعہ یاد دلاؤ) جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے (جو مشرک تھا) کہا کہ ابا جان! آپ کیوں ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ سنتی ہیں نہ دیکھتی ہیں اور نہ ہی آپ کا کوئی کام بنا سکتی ہیں۔ ابا جان میرے پاس ایک ایسا علم ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا، آپ میرے پیچھے چلیں، میں آپ کو سیدھا راستہ بتاؤں گا۔ ابا جان! آپ شیطان کی بندگی نہ کریں۔ شیطان تو رحمٰن کا نافرمان ہے۔ ابا جان! مجھے ڈر ہے کہ آپ کہیں رحمٰن کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں اور شیطان کے ساتھی نہ بن کر رہ جائیں۔ (باپ نے) کہا ابراہیم! کیا تو میرے معبودوں سے پھر گیا ہے؟ اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھ کو سنگسار کر دوں گا۔ بس تو ہمیشہ کیلئے مجھ سے الگ ہو جا۔ ابراہیم نے کہا: سلام ہے آپ کو، میں اپنے رب سے آپ کیلئے دعا کروں گا کہ وہ آپ کو معاف کر دے۔ میرا رب مجھ پر بڑا ہی مہربان ہے۔ میں آپ لوگوں کو بھی چھوڑتا ہوں اور ان ہستیوں کو بھی جنہیں آپ لوگ خدا کو چھوڑ کر پکارا کرتے ہیں۔ میں تو اپنے رب ہی کو پکاروں گا۔ اُمید ہے کہ میں اپنے رب کو پکارنے سے نامراد نہ رہوں گا''۔ (مریم 41-48)

یہ مکالمہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے والد کے درمیان ہوا۔ والد کے حقوق اور آداب

کے ساتھ انہوں نے توحید کی دعوت دی اور انہیں بت پرستی سے روکا، بت پرستی کے انجامِ بد سے ڈرایا، شیطان کی عبادت کا انجام بتایا۔ جب والدنہ مانے تو آپ بہت باادب طریقے سے یہ کہتے ہوئے والد سے الگ ہو گئے کہ "میں آپ کے لئے استغفار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگوں گا" گو بعد میں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو یہ وعدہ پورا کرنے سے روک دیا کیونکہ ہمارا فیصلہ ہے کہ مشرک کی مغفرت نہیں کریں گے۔ یہاں پھر وہ ایک بات جو پہلے بھی بیان کی گئی کہ سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کیلئے دُعا مانگنا چاہی تو انہیں روک دیا گیا۔ ایسے ہی ایک دوسرے اولوالعزم رسول سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے والد کیلئے مغفرت چاہی تو ان کو بھی روک دیا گیا کہ مشرک کیلئے کوئی مغفرت، شفاعت اور سفارش نہیں۔

اِس کے بعد مختلف انبیاء علیہم السلام کا اجمالی ذکر ہے ان کے اِسمائے گرامی یہ ہیں:۔

اسحٰق، یعقوب، موسیٰ، ہارون، اسماعیل علیہم السلام اور پھر اسماعیل علیہ السلام کی کوشش اور مشن کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا گیا:

انه كان صادق الوعد وكانِ رسولا نبياo وكان يامر اهله بالصلوة والزكوة وكان عند ربه مرضياo

"اور بے شک وہ وعدے کے سچے اور ہمارے نبی تھے! اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیا کرتے تھے اور وہ اپنے رب کے ہاں پسندیدہ تھے"۔ (مریم 54-55)

اِن آیات میں گویا رب کے پسندیدہ تین اعمال مذکور ہیں:

1۔ وعدے کی سچائی۔

2۔ نماز کی ادائیگی اور اس کی تلقین۔

3۔ زکوٰۃ کی ادائیگی۔

اس کے بعد ادریس علیہ السلام کے علومرتبت کا ذکر ہے اور پھر انبیاء پر کیے گئے انعامات مذکور ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اولئك الذين انعم الله عليهم من النبين من ذرية ادم وممن حملنا مع نوح ومن ذرية ابراهيم و اسرائيل وممن

هدینا و اجتبینا اذا تتلٰی علیهم ایت الرحمن خروا سجدا و بکیاo فخلف من بعدهم خلف اضاعوا الصلوة واتبعوا الشهوت فسوف یلقون غیا o الا من تاب وامن و عمل صالحا فاولئك یدخلون الجنة ولا یظلمون شیئاo (مریم 58-60)

''یہ وہ پیغمبر ہیں جن پر اللہ نے آدم کی اولاد میں سے انعام فرمایا اور ان لوگوں کی نسل میں سے جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی پر سوار کیا تھا اور ابراہیم اور اسرائیل کی نسل سے اور یہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو ہم نے ہدایت بخشی اور برگزیدہ کیا۔ ان کا حال یہ تھا کہ جب رحمٰن کی آیات ان کو سنائی جاتیں تو روتے ہوئے سجدے میں گر جاتے تھے۔ پھر ان کے بعد وہ ناخلف لوگ ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشاتِ نفس کی پیروی کی۔ پس عنقریب ایسے لوگ گمراہی کے انجام سے دوچار ہوں گے۔ البتہ جو توبہ کر لیں اور ایمان لے آئیں اور نیک کام کرنے لگیں تو وہ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی ذرہ برابر حق تلفی نہ ہوگی''۔

ترکِ نماز کا نتیجہ شہوات کی پیروی

یہ سورہ مریم میں انبیاء کا ذکر تھا۔ لیکن ان انبیاء کی جانشینی جن لوگوں نے کی، چاہئے تو یہ تھا کہ وہ نماز اور زکوٰۃ کو قائم رکھتے لیکن انہوں نے نماز چھوڑ دی اور جب نماز چھوڑی تو نتیجہ یہ نکلا کہ وہ خواہشات نفسانی کی پیروی میں لگ گئے۔

نماز برائی سے روکتی ہے

قرآنی الفاظ سے ثابت ہے کہ نماز خواہشاتِ نفسانی کی پیروی سے روکتی ہے اور جب نماز چھوڑی تو خواہشاتِ نفس کی پیروی میں لگ گئے۔ خواہشات کی پیروی ایسی دلدل ہے جس سے نکلنا محال ہو جاتا ہے اور یوں ایک گمراہی دوسری گمراہی کو جنم دیتی چلی جاتی ہے۔ یہاں پر یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ اگر کوئی شخص خدانخواستہ خواہشات نفس کی پیروی میں مبتلا ہو تو اس کا اصل علاج بھی نماز ہے مگر اس طرح کہ نماز کی صورت بھی حاصل ہو اور اس کی حقیقت بھی! نماز پورے اہتمام کے ساتھ سمجھ کر دل کی گہرائی سے بندگی کے جذبات میں ڈوب کر ادا کی جائے۔ تجربہ کر کے دیکھ لیجئے، انسان کی نماز جس قدر سنورتی چلی جائے گی اس نسبت سے انسان نفس کی بندگی سے آزاد ہوتا چلا جائے گا۔

قیامت یقیناً آئے گی

اِن ناخلف لوگوں کے ذکر کے بعد جنت اوراس کی نعمتوں کا ذکر ہے جوصرف متقی لوگوں کی میراث ہے اور یہ میراث میدانِ حشر میں جزاوسزا کے اعلان کے بعد ملے گی اور منکرین قیامت کو بتایا کہ حشر کا برپا ہونا ایک یقینی امر ہے۔ جس میں کوئی شبہ نہیں۔

فوربك لنحشرنهم والشيطن ثم لنحضرنهم هول جهنم جثياه

''تمہارے رب کی قسم ہم ان کو اور شیطانوں کو ضرور بالضرور جمع کریں گے پھر ان کو دوزخ کے گرداگرد اس حالت میں حاضر کریں گے کہ وہ گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہوں گے''۔

(مریم:68)

کافروں کو مہلت

گویا یہ وقوعِ حشر اس قدر یقینی ہے کہ رب کائنات اپنی ذات کی قسم کھا کر اِس کا ذکر فرمارہے ہیں۔ اِس کے بعد اہل ایمان کیلئے مزید خوشخبری ہے اور خواہشات نفس کے پیرو کاروں کو متنبہ کیا گیا ہے کہ ہماری مہلت کو بلا وجہ نہ سمجھو:

قل من كان في الضللة فليمدد له الرحمن مدا۔ حتى اذا راؤا ما يوعدون اماالعذاب واما الساعة۔ فسيعلمون من هو شر مكانا واضعف جندًاo

''(اے پیغمبر) کہہ دیں کہ جو شخص گمراہی میں پڑا ہوا ہے، اللہ اس کو ڈھیل دیتا چلا جارہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ جب اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ خواہ عذاب کو (دنیا میں) خواہ قیامت کو (دوسرے عالم میں) تو پھر جان لیں گے کہ انجام کس کا برا ہے اور کس کا لشکر کمزور ہے''۔ (مریم:75)

الم تر انا ارسلنا الشيطن على الكفرين توزهم ازا o فلا تعجل عليهم انما نعدلهم عدًاo

''کیا آپکو معلوم نہیں کہ ہم نے شیطانوں کو کفار پر (ابتلاءً) چھوڑ رکھا ہے کہ وہ ان کو (کفر و ضلال پر) خوب اُبھارتے رہتے ہیں۔ آپ ان کیلئے جلدی نہ کریں۔ ہم تو ان کیلئے مہلت کے دن شمار کررہے ہیں''۔ (مریم:83-84)

نیک لوگوں کی عظمت

شیاطین کو تنبیہہ کرنے کے ساتھ ہی متقین کی شان بیان فرمائی:۔

یوم نحشر المتقین الی الرحمن وفدًا٥

ونسوق المجرمین الی جھنم وردًا٥

لا یملکون الشفاعۃ الا من اتخذ عند الرحمن عھدًا٥

''وہ دن آنے والا ہے جب متقی لوگوں کو ہم مہمانوں کی طرح رحمٰن کے حضور پیش کریں گے اور مجرموں کو پیاسے جانوروں کی طرح جہنم کے طرف ہانک لے جائیں گے۔ اس وقت لوگ کوئی سفارش لانے پر قادر نہ ہوں گے۔ بجز اِس کے کہ جس نے رحمٰن کے حضور سے پروانہ حاصل کرلیا''۔ (مریم85-87)

اِن آیات میں قیامت کے دن کا نقشہ کھینچا کہ کچھ لوگ تو حساب دے رہے ہوں گے اور کچھ لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے گا جیسا کہ مہمانوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ بغیر حساب کے انہیں ایک معزز اور باوقار وفد کی شکل میں رحمٰن کے حضور پیش کیا جائے گا۔ ان کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے ہاں مہمانوں کی سی ہوگی جن کا استقبال ہوگا، کوئی حساب کتاب نہیں ہوگا، کیونکہ یہ پرہیز گار لوگ ہوں گے اور دوسری جانب وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے مجرمانہ زندگی گزاری ہوگی۔ ان کو پیاسے جانوروں کی طرح جہنم میں ہانک دیا جائے گا۔ اور یہ بات بھی باور کرائی کہ اس دن کسی کو سفارش کرنے کی مجال نہ ہوگی سوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ تعالیٰ خود اجازت عطا کریں گے کہ تم سفارش کر سکتے ہو، کیونکہ اِس روز اللہ تعالیٰ انبیاء، اولیاء اور وہ فقراء جنہوں نے غربت کے عالم میں ایمان کی زندگی گزاری ہوگی، کو اجازت دیں گے کہ وہ ان لوگوں کی سفارش کریں جنہوں نے دنیا میں غربت اور تنگی کی زندگی گزاری ہوگی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے یوں معذرت کریں گے جیسے کوئی روٹھے ہوئے دوست سے معذرت کرتا ہے کہ تم نے میری خاطر بہت مشکلات اور تکلیفیں اُٹھائیں۔ میں تمہیں دیکھ رہا تھا لیکن آج میں تمہیں وہ اجر دوں گا کہ بڑے بڑے امراء جنہوں نے دنیا میں عیش و آرام کے ساتھ زندگی بسر کی ہوگی، وہ ان پر رشک کریں گے۔

مشرکوں کیلئے دوزخ کیوں؟

حشر کے مناظر کے بعد مشرکوں اور کافروں کے جہنم میں دھکیلے جانے کی وجہ بھی بیان فرمائی تا کہ اتمام حجت ہو جائے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ملاحظہ فرمائیں:۔

تکاد السموت یتفطرن منه و تنشق الارض وتخرالجبال هدا ان دعواللرحمن ولدًا ٥

''قریب ہے کہ اِس جھوٹ کے باعث آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں کیونکہ انہوں نے اللہ کیلئے بیٹا تجویز کیا''۔ (مریم:90-92)

اِس مقام پر ایک وضاحت ضروری ہے کہ کوئی بھی کافر اللہ کیلئے نسبی اور صلبی بیٹا نہیں مانتا بلکہ ان کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے ایک وارث منتخب کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے معاملات میں دخیل اور مختار ہے اور یہ چیز آج بھی مختلف انداز اور طریقوں سے ہم میں مروج ہے۔اور پھر اس کے بعد کی آیات میں حشر کے میدان میں لاچاری و عاجزی کا ذکر یوں ہے۔

ان کل من فی السموت والارض الا اتی الرحمن عبدًا٥ لقد احصهم وعدهم عدًا٥وکلهم اتیه یوم القیمة فردًا٥ ان الذین امنوا وعملواالصلحت سیجعل لهم الرحمن ودًا٥ فانما یسرنه بلسانك لتبشربه المتقین وتنذر به قوما لدا ٥ وکم اهلکنا قبلهم من قرن هل تحس منهم من احد او تسمع لهم رکزًا٥

''زمین اور آسمان کے اندر جو کچھ بھی ہے، سب بندوں کے طرح اللہ کے حضور پیش ہونے والا ہے۔وہ سب پر محیط ہے اور اس نے ان سب کو شمار کر رکھا ہے۔قیامت کے روز سب اکیلے اکیلے (فرداً فرداً) اس کے سامنے حاضر ہوں گے یقیناً جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور عمل صالح کر رہے ہیں عنقریب رحمٰن اِن کیلئے محبت پیدا کر دے گا۔پس (اے محمدؐ) اس قرآن کو ہم نے آسان کر کے آپ کی زبان میں اس لئے نازل کیا ہے کہ آپ پرہیز گاروں کو خوشخبری سنا دیں اور ہٹ دھرم لوگوں کو ڈرا دیں۔ان سے پہلے ہم کتنی ہی قوموں کو (عذاب وقہر سے) ہلاک کر چکے ہیں۔پھر

آج کہیں تم ان کا نشان پاتے ہو یا ان کی بھنک بھی کہیں سنائی دیتی ہے؟''۔ (مریم:93-98)

تین اہم باتیں

سورہ مریم کے آخر میں تین باتیں خاص طور پر قابل توجہ ہیں۔

(1) آسمان اور زمین میں جو کچھ بھی ہے، قیامت کے روز وہ سب اللہ تعالیٰ کے حضور غلامی اور بندگی کی شکل میں حاضر ہوں گے۔

(2) اِنسانوں میں ہر شخص تنہا اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہوگا۔ ایسا نہیں کہ ایک گروپ، ایک قبیلہ یا ملک کے لوگ جمع ہو کر آئیں بلکہ ہر شخص کا حساب اکیلے اکیلے ہوگا۔ والد کا الگ، بیٹے کا الگ، خاوند کا الگ، بیوی کا الگ، بہن کا الگ، بھائی الگ گویا ہر شخص اپنے اعمال کا خود اور تنہا ذمہ دار ہوگا اور خود ہی اپنے اعمال کا حساب دے گا۔

(3) ہر شخص یقیناً تنہا آئے گا مگر وہ لوگ جو ایماندار ہیں اور انہوں نے اعمال صالحہ کئے، اُن کیلئے لئے لوگوں کے دلوں میں محبت ڈال دی جائے گی۔ آخرت میں بھی اور اس دنیا میں بھی۔ نیز فرمایا کہ قرآنِ مجید کو ہم نے بہت آسان پیرائے اور آسان زبان میں بھیجا ہے تا کہ سب لوگ اِسے پڑھ سکیں نیز متقی لوگوں کیلئے جنت کی خوشخبری بھی دی گئی ہے۔

غور کیجئے! کہ قرآن کو آسان اس لئے بنایا کہ سمجھنے اور عمل کرنے میں آسانی ہو اور وہ لوگ جو ہٹ دھرم ہیں، نہ قرآن کو پڑھتے ہیں، نہ اِسے سمجھتے ہیں اور نہ سنتے ہیں، ان کو قرآن پاک کی تعلیمات پر عمل کرنا چاہئے اور سابقہ اُمتوں پر نافرمانی کے سبب ہونے والے عذاب سے ڈرنا چاہئے کیونکہ اللہ ربُ العزت نے پہلے بھی کتنی ہی قوموں کو مثلاً عاد، ثمود وغیرہ کو ہلاک کر دیا اور آج ان کا نام ونشان بھی نہیں ملتا۔ ان کی کوئی بھنک کان میں نہیں پڑتی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی حفظ وامان میں رکھے۔ (آمین)

فاقہ نہ کریں روزہ دار بنیں

(محمد صدیق ڈار توحیدی)

انسان کی اپنی بنائی ہوئی مشینوں کو بھی وقفوں کے بعد دیکھ بھال کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہر اچھا ادارہ اپنی مصنوعات کے خریدار کو ایک کتابچہ بھی مہیا کرتا ہے جس میں دی گئی ہدایات پر اگر پوری طرح عمل کیا جائے تو نہ صرف مشین بہترین کارکردگی دکھائے گی بلکہ اس کی عمر بھی طویل ہوگی۔

ایک موٹر کار کی مثال ہی لے لیں۔ اس کے لئے کچھ ہدایات پر روزانہ عمل کرنا پڑتا ہے۔ کچھ امور ایسے ہونگے جنہیں ہفتہ وار شیڈول میں شامل کیا گیا ہوگا۔ اسی طرح کچھ ٹیسٹ مرمت اور اوور ہالنگ کا کام سال بعد یا چند ہزار میل کی مسافت طے کرنے کے بعد کیا جانا لازمی قرار دیا گیا ہوگا۔ اگر یہ سب کام صانع کی ہدایات کے عین مطابق انجام دیئے جائیں تو گاڑی ٹھیک ٹھاک کام کرتی رہے گی۔ آج کل گاڑیاں بنانے والی کمپنیاں دنیا بھر میں گاہکوں کی سہولت کے لئے اپنے نمائندے بھی بھیجتی ہیں جو گاڑیوں کا مفت معائنہ کر کے مناسب مشورے دیتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی اصلاح کے لئے اس سے بھی اچھا انتظام کر رکھا ہے دنیا و آخرت میں کامیابی کے حصول کا راستہ بتانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نمائندے جنہیں رسول کہا جاتا ہے ہر قوم کی طرف بھیجے اور ہر ایک کو مطلوبہ ہدایات کی کتاب بھی عطا کی۔ انہوں نے اپنی قوموں سے اس کام کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کیا۔ انہوں نے اللہ کی طرف سے نازل کردہ احکام کے مطابق انسانوں کو حیات آخرت اور خیر و شر کی حقیقت سے آگاہ کر کے شریعت کے قانون پر عمل کی دعوت دی۔ جس میں ایک فہرست ''اوامر'' کی ہوتی ہے یعنی ایسے کام جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اور ان پر عمل کرنے سے انسان دنیا و آخرت میں سرخرو ہو جاتا ہے۔ دوسری قسم کے اعمال کو ''نواہی'' کہتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہیں اور اس لئے پسند نہیں ہیں کہ وہ انسان کو اللہ تعالیٰ سے دور ہٹا کر نفسانی خواہشات اور سفلی لذات میں پھنسا کر جہنم میں لیجانے کا سبب بنتے ہیں۔ اس لئے ان سے بچنا بھی انسان کے لئے بہت ہی ضروری ہے۔ شریعت پر کاربند رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بھی اعمال کو روزانہ، ہفتہ وار اور سالانہ اقسام میں بانٹ دیا ہے۔ روزانہ میں اہم ترین رکن پنجوقتہ نماز ہے اس کے علاوہ درود شریف اور قرآن کریم کا پڑھنا اور چلتے

پھرتے اٹھتے بیٹھتے اللہ کا ذکر کرنا ہے۔

ہفتہ وار میں نماز جمعہ ہے اور ذکر کی مجالس میں شرکت ہے۔ جوار کان ایک سال کے وقفہ کے بعد ادا کیئے جاتے ہیں ان میں حج، قربانی، زکوٰۃ اور ماہ رمضان کے روزے ہیں۔

روزے کو عربی میں صوم کہتے ہیں اور اس کی غرض وغایت اللہ تعالیٰ نے یہ فرمائی ہے کہ اہل ایمان میں تقویٰ پیدا ہو جائے۔ صوم اور اتقا دونوں کے معنی کسی چیز سے بچنے یا رک جانے کے ہیں۔ یہی جذبہ یا جوہر ایک مومن کو قوانین شریعت کی دوسری قسم یعنی ''نواہی'' سے بچنے میں مدد دیتا ہے۔ اسلام کی دوسری فرض عبادات میں تو کچھ اعمال بجالانے پڑتے ہیں لیکن روزہ ان سب سے بالکل مختلف ہے کیونکہ روزہ دار کو کچھ کرنے کی بجائے بہت سے اعمال سے اپنے آپ کو روکنا ہوتا ہے۔ جس میں بظاہر تو سحر سے شام تک کھانے پینے اور ازدواجی تعلقات کی مکمل ممانعت ہے۔ لیکن اصل روزہ اللہ تعالیٰ کے تمام ناپسندیدہ کاموں سے اپنے آپ کو بچا کر رکھنا ہے۔ اس طرح روزہ صرف پیٹ کا نہیں ہوتا بلکہ زبان، آنکھ، کان اور جسم کے ہر عضو کا ہوتا ہے۔ یہی روزہ کی حقیقت ہے اور یہی اس کا مقصود ہے۔ اگر مقصود حاصل نہ ہو تو روزہ ایک جسد بے روح کی طرح بے قدر و قیمت بن کر رہ جاتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے وہ ارشادات ہماری راہنمائی کے لئے کافی ہیں جو آپ نے صوم کی حقیقت کے اظہار کے لئے فرمائے۔ ہم چند احادیث مبارکہ کا ترجمہ تحریر کر رہے ہیں انہیں آپ پوری توجہ سے پڑھیئے اور ان پر عمل پیرا ہو کر ماہ صیام کے دوران اپنے اندر وہ انقلابی قوت پیدا کریں جس کا نام تقویٰ ہے۔

☆ ''جو روزہ کی حالت میں جھوٹ اور جہالت کے کام کو نہیں چھوڑتا تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے'' (بخاری)

☆ ''روزہ کھانے اور پینے سے رکنے کا نام نہیں ہے۔ روزہ تو لغو باتوں اور برے کاموں سے بچنے کا نام ہے'' (بیہقی)

☆ ''روزہ دار صبح سے شام تک اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہوتا ہے۔ جب تک وہ کسی کی برائی نہ کرے اور جب وہ برائی کرتا ہے تو اپنے روزے کو پھاڑ ڈالتا ہے'' (دارمی)

☆ ''جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو نہ وہ بدگوئی کرے نہ شور وغل کرے۔ اگر کوئی اسے برا کہے یا اس سے لڑائی کرنا چاہے تو اسے کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔ (ابن ماجہ)

قارئین کرام! یہ ہے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا سکھایا ہوا روزہ جسے سپر یعنی ڈھال فرمایا گیا ہے۔ اور بلاشبہ یہ ایسی ڈھال ہے جو مومن کو دنیا میں شیطان کے حملوں اور نفس کی شرارتوں سے محفوظ رکھتی اور اسطرح آخرت میں جہنم کی آگ سے بچاتی ہے۔ روزہ دار کا ہر لحظہ اس فکر میں گزرتا ہے کہ اس سے کوئی ایسی بات سرزد نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو۔ وہ خود اپنا محاسب بن کر اپنے جسم کے سارے اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے روکنے کے لئے مستعد ہو جاتا ہے۔ اس طرح مسلسل ایک ماہ کی کڑی تربیت سے مومن روزہ دار اس قابل ہو جاتا ہے کہ اپنے سرکش نفس کو لگام ڈال کر ''نواہی'' یا ''منکرات'' سے بچ سکے اور جب عید کا چاند نظر آئے تو اس کے لئے یہ نوید لے کر آئے کہ اس کے تقویٰ کی قوت اس قدر بڑھ جانی چاہیے کہ پورے سال تک اس کے اعمال پر اس کا اثر قائم رہے۔ جسطرح ایک گاڑی جس کا مکمل اوورہال کر دیا گیا ہو وہ ایک خاص مدت تک کوئی مسئلہ پیدا کئے بغیر ٹھیک ٹھیک سروس دیتی ہے۔ یہ کیفیت اسی صورت میں حاصل کی جاسکتی ہے جب ہم حضور رحمتہ اللعالمین ﷺ کی فرمودات پر عمل کرتے ہوئے رمضان المبارک میں صرف فاقہ نہ کریں بلکہ روزہ دار بنیں تاکہ ایک ماہ کی ربانی تربیت سے ہمارا نفس، امارہ سے ترقی کر کے مطمنہ کے مقام پر پہنچ جائے اور ہم صحیح معنوں میں تقویٰ والے مومن بن جائیں۔

اگر ماہ صیام کی اس پر از حکمت تربیت سے بھی روزہ داروں کے دلوں کے اندر تقویٰ کو تقویت نہ مل سکی تو پھر ہم حضور ﷺ کی اس حدیث کا مصداق بن کر رہ جائیں گے جس میں آپؐ نے فرمایا۔

''کتنے روزہ دار ہیں جن کو روزے سے بجز فاقہ کے کچھ حاصل نہیں اور کتنے تہجد گذار ہیں جن کو بیداری کے سوا کچھ فائدہ نہیں'' (ابن ماجہ)

فضائل و مسائل ، اعتکاف ، شب قدر، عید الفطر

حافظ شہزاد احمد (گوجرانوالہ)

اعتکاف

شریعت مطہرہ میں اعتکاف کے معنی مرد کا ایسی مسجد میں اعتکاف کی نیت سے ٹھہرنا ہے۔ جس کا امام و موذن مقرر ہو، یعنی اِس مسجد میں پانچ وقت کی نماز جماعت کے ساتھ ادا ہوتی ہو اور عورت کا اپنے گھر میں مخصوص جگہ پر اعتکاف کی نیت سے ٹھہرنا ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المسجدہ

ترجمہ! اور تم اپنی عورتوں سے نہ ملو جب تم مسجدوں میں اعتکاف میں ہو۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ معتکف گناہوں سے بچا رہتا ہے اور اِسکو تمام اِن اچھے کاموں کا جو وہ اعتکاف کی وجہ سے نہیں کر سکتا ایسے ہی بدلہ دیا جائے گا جیسا کہ نیکی کرنے والے کو دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں

1۔ **واجب اعتکاف** یہ نذر ماننے کا اعتکاف ہے، اس کے ساتھ روزہ رکھنا لازم ہے۔

2۔ **اعتکاف سنت** یہ رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف ہوتا ہے۔ یہ سنت موکدہ الکفایہ ہے۔ یعنی محلّہ کی کسی مسجد میں ایک دو آدمی اعتکاف کریں تو پورے محلے کی طرف سے ذمہ داری ادا ہو جاتی ہے۔ اگر پورے محلے میں کسی نے بھی اعتکاف نہیں کیا۔ تو پورے محلّہ پر گناہ ہوگا اس کے لئے روزہ رکھنا بھی لازم ہے۔

3۔ **اعتکاف مستحب** مندرجہ بالا دو قسموں کے علاوہ جو اعتکاف کیا جائے وہ مستحب ہوتا ہے۔ اس کیلئے روزہ رکھنا شرط نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو وفات دے دی۔ اس کے بعد آپ ﷺ کی ازواج مطہرات نے یہ معمول جاری رکھا۔ (بخاری و مسلم)

مسنون اعتکاف کا آغاز 20 رمضان المبارک کو غروب آفتاب کے وقت شروع ہو جاتا ہے اور شوال کا چاند نظر آنے پر ختم ہو جاتا ہے۔

معتکف کیلئے مستحب اعمال

1۔ لایعنی باتوں سے اپنے آپ کو بچائے۔ اور صرف اچھی بات ہی کرے۔

2۔ قرآن پاک کی تلاوت کثرت سے کرے۔

3۔ نفلی نمازوں کی حتی الامکان پابندی کرے۔

4۔ حضور ﷺ کی سیرت طیبہ حضرات انبیاء کرام کے حالات اور سلف صالحین کے حالات وملفوظات کا مطالعہ کرے۔

5۔ درود شریف اور استغفار کی کثرت کرے۔

6۔ شب قدر کی پانچ راتوں میں بیدار رہے اور عبادات میں مشغول رہے۔

7۔ شب قدر کی راتوں میں یہ دُعا پڑھے۔ **اللھم انک تحب العفو فاعف عنی** (اے اللہ آپ معاف کرنے والے ہیں۔ معافی کو پسند کرتے ہیں پس مجھے بھی معاف کر دیں)

8۔ سب سے بڑی اور اہم بات کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے۔

علامہ ابن قیم جوزیؒ فرماتے ہیں کہ اعتکاف کی روح دل کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ کر لینا ہے۔ معتکف کو چاہیے کہ اپنے تمام خیالات وتوجہات کو یکسو کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے۔ تا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں سما جائے۔

وہ امور جو اعتکاف میں جائز ہیں

1۔ پیشاب اور قضائے حاجت کیلئے مسجد سے باہر جانا۔

2۔ غسل جنابت کے لئے مسجد سے باہر جانا۔

3۔ اگر کوئی کھانا لانے والا نہ ہو تو معتکف کیلئے مسجد سے باہر جانا جائز ہے۔ لیکن اگر کھانا لانے والا ہو تو مسجد ہی میں کھانا ضروری ہے۔

4۔ جمعہ کی نماز کیلئے مسجد سے باہر جانا۔

5۔ اگر کوئی شخص طبعی ضرورت یعنی قضائے حاجت کیلئے یا شرعی ضرورت یعنی جمعہ کی نماز کیلئے نکلا۔ اور اِسی دوران اس نے کسی مریض کی عیادت کی یا نماز جنازہ میں شریک ہو گیا تو کوئی حرج نہیں۔

6۔ اذان دینے کیلئے مسجد سے باہر جانا جائز ہے۔

7۔ حالت اعتکاف میں کوئی دینی یا طبعی مشورہ کرنا۔ نکاح کرنا، سونا جائز ہے۔

وہ امور جو اعتکاف میں نا جائز ہیں

1۔ حالت اعتکاف میں جنسی لذت حاصل کرنا۔

2۔ حالت اعتکاف میں کسی دنیوی کام میں مشغول ہونا۔

3۔ حالت اعتکاف میں بالکل خاموش بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے۔ اِس لئے ذکر وفکر اور تلاوت میں مشغول رہنا چاہیے۔

4۔ مسجد میں خرید وفروخت کرنا، لڑنا جھگڑنا، غیبت وغیرہ کرنا۔

5۔ کسی طبعی یا شرعی ضرورت کے بغیر مسجد سے باہر جانا طبعی یا شرعی ضرورت کیلئے مسجد سے باہر جانا اور پھر باہر ہی ٹھہر جانا۔ اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

شب قدر کا بیان

رمضان کی مقدس راتوں میں ایک رات ہے جو لیلۃ القدر کہلاتی ہے۔ جو حضور ﷺ کی اُمت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم عنایت اور نعمت ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لیلة القدر خیر من الف شهر ٥

لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

شب قدر کے معنی ہیں عظمت وشرف والی رات ہے۔ یعنی یہ رات باقی تمام راتوں سے افضل ہے اور ہزار مہینوں میں تقریباً تراسی برس چار ماہ بنتے ہیں۔ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بنی اسرائیل کے چار حضرات کا ذکر فرمایا کہ حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت ذکریا علیہ السلام، حضرت حزقیل علیہ السلام اور حضرت یوشع علیہ السلام اسی اسی برس تک اللہ کی عبادت میں مشغول رہے۔ اس پر صحابہ کرامؓ کو حیرت ہوئی۔ پھر جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور سورۃ القدر سنائی (مظاہر حق جدید، جلد 2، صفحہ نمبر 79)

ایک حدیث کا مفہوم ہے۔ حضرت انسؓ اس کے راوی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا گویا وہ ساری ہی خیر سے محروم رہ گیا۔ اِس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا مگر وہ شخص جو حقیقتاً ہی محروم ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ (مشکوۃ، بخاری)

جمہور علماء کے نزدیک آخری عشرہ اکیسویں رات سے شروع ہوتا ہے اور 29 ویں رات یا 30 ویں رات کو ختم ہوتا ہے، شب قدر کو 21,23,25,27,29 ویں رات کو تلاش کرنا چاہیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جائے تو کیا دُعا مانگوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہو۔

اللھم انك عفو تحب العفوفاعف عنی (ترمذی، مشکوٰۃ)

ترجمہ! اے اللہ تو بے شک معاف کرنے والا ہے اور معاف کرنے کو پسند کرتا ہے۔ پس مجھے بھی معاف فرمادے۔

حضور ﷺ نے فرمایا پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پوشیدہ رکھا گیا ہے۔

1۔ لوگوں کی عبادت پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی ظاہر کرنے پر۔

2۔ گناہوں پر اپنے غصہ اور غضب کے ظاہر کرنے پر۔

3۔ وسطیٰ نمازوں کو دوسری نمازوں سے۔

4۔ اپنے دوستوں کو عام لوگوں کی نظروں سے۔

5۔ رمضان کے مہینے میں شب قدر کو (غنیۃ الطالبین)

احادیث میں شب قدر کی کچھ علامات بتائی گئی ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ شب قدر کی رات کی صبح کو جب سورج نکلتا ہے۔ تو چودھویں رات کے چاند کی طرح بغیر کرنوں کے اور عام دنوں سے کسی قدر کم ہوتا ہے۔ (عینی شرح بخاری)

2۔ یہ رات کھلی ہوئی روشن ہوتی ہے (مسند احمد)

3۔ اس رات نہ زیادہ ٹھنڈ ہوتی ہے نہ گرمی۔ (ابن کثیر)

4۔ اس رات میں آسمان سے تارے ٹوٹ کر اِدھر اُدھر نہیں جاتے۔ (ابن کثیر)

5۔ اِس رات ہر چیز زمین پر جھک کر سجدہ کرتی ہے۔ پھر اپنی اصلی حالت پر آجاتی ہے۔ (عینی شرح بخاری)

صدقہ فطر

مسلمانوں پر جس سال روزے فرض ہوئے۔ اُسی سال حضور ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ صدقہ فطر بھی ادا کریں۔ کیونکہ خدا کی فرض کی ہوئی عبادتوں کو بندہ تمام آداب وشرائط کے ساتھ ادا کرنے کا اہتمام تو کرتا ہے مگر پھر بھی شعوری یا غیر شعوری طور پر بہت

سی کوتاہیاں ہو جاتی ہیں۔ان کی تلافی کیلئے شریعت مطہرہ نے مسلمانوں پر صدقہ فطر واجب کیا ہے۔اس سے ان کی کوتاہیوں اور لغزشوں کی تلافی بھی ہو گی اور غریب مسلمان فراخی اور اطمینان کے ساتھ اپنے کھانے پینے اور پہننے کی چیزیں بھی فراہم کر کے تمام مسلمانوں کے ساتھ عید کی نماز میں شریک ہو سکیں گے۔

صدقہ فطر کے احکام

(1) جو مسلمان اتنا مالدار ہو کہ اس پر زکوٰۃ فرض ہو یا نہ ہو، لیکن ضروری حاجات سے زائد اتنی قیمت کا مال واسباب ہو جتنی قیمت پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے۔یعنی ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کا مال واسباب ہو تو اس پر عید الفطر کے دن صدقہ فطر دینا واجب ہے۔

(2) بہتر یہ ہے کہ صدقہ فطر عید کی نماز سے پہلے ادا کر دیا جائے۔تا کہ غریب مسلمانوں مالداروں کے ساتھ عید کی نماز میں شریک ہو سکیں۔مگر ادائیگی میں تاخیر ہو جائے تو صدقہ فطر ساقط نہ ہو گا بلکہ بعد میں ادا کر دینا چاہئے۔

(3) صدقہ فطر صبح صادق کے وقت واجب ہوتا ہے۔اس لئے صبح صادق سے پہلے جو بچہ پیدا ہو یا فقیر مالدار ہو جائے تو اس پر صدقہ فطر واجب ہو گا۔جو مسلمان صبح صادق کے بعد فوت ہو جائے یا مالدار فقیر ہو جائے تو اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہو گا۔

(4) جو شخص صبح صادق سے پہلے فوت ہو جائے تو اس پر صدقہ فطر واجب نہیں ہو گا اس طرح جو بچہ صبح صادق کے بعد پیدا ہو تو اس پر بھی صدقہ فطر واجب نہیں ہو گا۔

(5) جو لوگ کسی آدمی کے زیر کفالت ہوں یعنی بیوی، نابالغ اولاد، بالغ اولاد، والدین، بہن بھائی، یا کوئی اور شخص۔تو اِن سب کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

(6) ماں کے ذمہ بچوں کا فطرانہ واجب نہیں۔چاہے وہ مالدار ہی کیوں نہ ہو۔

(7) اگر عورت کے پاس زیور ہے جو اس کے والد کی طرف سے دیا گیا ہے۔یا خاوند نے اس کو زیور کا مالک بنا دیا ہے تو عورت پر اپنی طرف سے صدقہ فطر واجب ہے۔

(8) جو آدمی عذر یا بلا عذر روزے نہ رکھے۔تو اس پر بھی اپنی طرف سے اور اپنے زیر کفالت لوگوں کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہو گا۔

(9) اگر کسی آدمی کی اولاد مالدار ہو تو باپ کا صدقہ فطر اولاد کی طرف سے ادا کیا جائے گا۔

(10) صدقہ فطر کے مستحق وہی لوگ ہوتے ہیں جو زکوٰۃ کے مستحق ہوتے ہیں۔

(11) ایک شخص کا صدقہ فطر زیادہ لوگوں کو دینا جائز ہے۔اسی طرح زیادہ لوگوں کا صدقہ

فطر ایک شخص کو دینا جائز ہے۔

صدقہ فطر کی مقدار

صدقہ فطر کی مقدار چار اجناس گندم، جو، کھجور اور کشمش کے وزن کے حساب ادا کیا جاتا ہے۔ اگر گندم سے ادا کرنا ہے تو نصف صاع یعنی پونے دو کلو۔ اور اگر باقی اجناس سے ادا کرنا ہو تو ایک صاع یعنی ساڑھے تین کلو کی قیمت کے حساب سے ادا کرنا چاہیے۔ کیونکہ ہمارے ہاں آٹے کی قیمت کے حساب سے صدقہ فطر ادا کیا جاتا ہے۔ اِس لئے احتیاطً 2 کلو آٹے کی موجودہ قیمت فی آدمی کے لحاظ سے صدقہ فطر ادا کریں۔

عید الفطر

دین اسلام نے سال میں عید کیلئے دو دن مقرر کیے ہیں۔ ایک عید الفطر، دوسرا عید الاضحیٰ۔ عید الفطر رمضان المبارک مکمل ہونے پر خوشی اور مسرت کے طور پر منائی جاتی ہے۔ شریعت اسلامیہ نے اس عید کو عبادت کے طور پر مقرر فرمایا ہے اور اس میں خوشی کے اظہار کا طریقہ بھی عبادت کی صورت میں ہی مقرر فرمایا ہے۔

عید الفطر کے احکام

1۔ عید الفطر کی شب کو عبادت کرنا مستحب اور دن میں روزہ رکھنا حرام ہے۔

2۔ عید الفطر کے دن نماز کی دو رکعتوں کا بطور شکریہ کے ادا کرنا واجب ہے۔

3۔ اگر عید اور جمعہ ایک ہی دن ہوں تو عید اور جمعہ کی نمازیں الگ الگ پڑھی جائیں گیں۔

4۔ جن علاقوں میں جمعہ کی نماز فرض نہیں ہوتی تو وہاں عید کی نماز بھی نہیں پڑھی جائے گی۔

عید الفطر کی سنتیں اور مستحبات

1۔ غسل کرنا۔ 2۔ حسب توفیق عمدہ کپڑے پہننا۔

3۔ خوشبو لگانا۔ 4۔ صبح بہت جلد اُٹھنا۔

5۔ مسواک کرنا۔ 6۔ عید کی نماز میں جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا۔

7۔ عید کی نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا۔

8۔ نماز کیلئے ایک راستے سے جانا دوسرے راستے سے واپس آنا۔

9۔ نماز کیلئے جاتے ہوئے یہ الفاظ آہستہ پڑھنا۔

اللہ اکبر ، اللہ اکبر لا اِلٰہ الا اللہ واللہ اکبر، اللہ اکبر، وللہ الحمد۔

10۔ نماز کیلئے پیدل جانا۔

رمضان المبارک کے فضائل و احکام

حافظ محمد یٰسین (خادم حلقہ نوکھر)

رمضان کا روزہ اسلام کا تیسرا اہم رُکن ہے۔روزے کو عربی میں صوم یا صیام کہتے ہیں جس کے معنی ہیں کسی چیز سے رُک جانا اور اس کو ترک کر دینا۔

شریعت کی اصطلاح میں صوم سے مراد ہے کہ آدمی صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک کھانے پینے اور جنسی ضرورت پوری کرنے سے باز رہے۔

ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد رمضان کے روزے مسلمانوں پر فرض کئے گئے اور حکم دیا گیا۔

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے''۔

روزہ فرض عین ہے جو شخص اس کا انکار کرے وہ کافر ہے اور جو کسی عذر شرعی کے بغیر نہ رکھے وہ فاسق اور سخت گنہگار ہے۔

روزے کی اہمیت واضح فرماتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

''جو شخص کسی عذر اور مرض کے بغیر رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دے وہ اگر عمر بھر بھی روزے رکھے تب بھی اس کی تلافی نہیں ہو سکتی''۔

روزے کا حقیقی مقصد یہ ہے کہ آدمی میں تقویٰ پیدا ہو۔تقویٰ دراصل اس ''اخلاقی جوہر'' کا نام ہے جو خدا کی محبت اور خوف سے پیدا ہوتا ہے۔خدا کی ذات پر ایمان اور اس کی صفت رحمت و کرم اور فضل و احسان کے گہرے احساس سے جذبہ محبت جنم لیتا ہے اور اس کی صفت قہر و غضب اور عذاب و عتاب کے شعوری تصور سے جذبہ اخوت اُبھرتا ہے اور محبت و خوف کی یہ قلبی کیفیت ہی تقویٰ ہے جو تمام اعمالِ خیر کا اصل سرچشمہ اور تمام اعمال بد سے روکنے کا حقیقی ذریعہ ہے لیکن روزے کا یہ عظیم مقصد اُسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب روزہ پورے احساس و شعور کے ساتھ رکھا جائے اور تمام مکروہات سے اس کی حفاظت کی جائے جن کے اثر سے روزہ بے جان ہو جاتا ہے۔

حقیقی روزہ دراصل وہی ہے جس میں آدمی قلب و روح اور اس کی ساری صلاحیتوں کو خدا کی نافرمانی سے بچائے اور نفس کی ہر بری خواہش کو روند ڈالے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے ''جب تو روزہ رکھے تو لازم ہے کہ تو اپنے کانوں، اپنی آنکھوں، اپنی زبان، اپنے ہاتھ اور اپنے سارے اعضاء جسم کو خدا کی ناپسندیدہ باتوں سے روک رکھے'' اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''جو شخص روزہ رکھ کر بھی جھوٹ بولنے اور جھوٹ پر عمل کرنے سے باز نہ رہا تو خدا کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی حاجت نہیں''۔

اور آپ ﷺ نے متنبہ فرمایا۔

"کتنے ہی روزے دار ایسے ہوتے ہیں کہ روزے سے بھوک اور پیاس کے سوا ان کو کچھ حاصل نہیں ہوتا"۔

روزے کے فرائض

روزے میں صبح صادق سے غروف آفتاب تک تین باتوں سے رُکا رہنا فرض ہے۔

1۔ صبح صادق سے غروف آفتاب تک کچھ نہ کھانا۔

2۔ صبح صادق سے غروف آفتاب تک کچھ نہ پینا۔

3۔ صبح صادق سے غروب آفتاب تک جنسی لذت کے حصول سے پرہیز کرنا۔

روزے کے سنن و مستحبات

1۔ سحری کا اہتمام کرنا سنت ہے چاہے وہ چند کھجوریں یا چند گھونٹ پانی ہی ہو۔

2۔ سحری آخیر وقت میں کھانا مستحب ہے، جبکہ صبح صادق ہونے میں کچھ ہی دیر باقی ہو۔

3۔ روزے کی نیت رات ہی سے کرلینا مستحب ہے۔

4۔ افطار جلد کرنا یعنی سورج ڈوب جانے کے بعد خواہ مخواہ دیر نہ کرنا مستحب ہے۔

5۔ چھوہارے، کھجور یا پانی سے افطار کرنا مستحب ہے۔

6۔ غیبت، چغلی، غلط بیانی، شوروہنگامہ اور غصہ وغیرہ سے بچنے کا اہتمام مستحب ہے۔

وہ حالات جن میں روزہ توڑ دینا جائز ہے

1۔ اچانک کوئی زبردست دورہ پڑ گیا۔ یا کوئی ایسی بیماری ہوگئی کہ جان پر بن آئی یا پھر خدانخواستہ کوئی حادثہ موٹر وغیرہ کی وجہ سے ہوگیا یا کسی اونچے مقام سے گر پڑنے کی وجہ سے حالت غیر ہوگئی تو ان تمام صورتوں میں روزہ توڑ دینا جائز ہے۔

2۔ اگر کوئی اچانک بیمار پڑ گیا اور یہ اندیشہ تو نہیں ہے کہ جان جاتی رہے گی البتہ یہ اندیشہ ہے کہ اگر روزہ نہ توڑا تو بیماری بہت بڑھ جائے گی تو روزہ توڑنے کی اجازت ہے۔

3۔ اگر کسی کو ایسی شدت کی بھوک یا پیاس لگی کہ نہ کھانے پینے سے ہلاک ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ تب بھی روزہ توڑ دینا درست ہے۔

4۔ کسی حاملہ خاتون کو کوئی ایسا حادثہ پیش آ گیا کہ اپنی یا بچے کی جان کا ڈر ہے تو اِس

صورت میں بھی روزہ توڑ دینے کا اختیار ہے۔

5۔ کسی کو سانپ وغیرہ نے کاٹ کھایا اور فوراً دوا وغیرہ کا استعمال ضروری ہے تو روزہ توڑ دینا چاہیے۔

6۔ کمزوری تو تھی لیکن ہمت کر کے روزہ رکھ لیا۔ دن میں محسوس ہوا کہ اگر روزہ نہ کھولا تو جان پر بن آئے گی یا مرض کا شدید حملہ ہو جائے گا تو اِس صورت میں بھی روزہ توڑ دینے کی اجازت ہے۔

وہ معذوریاں جن میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے

ایسی معذوریاں جن میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے صرف دس ہیں۔ ان میں کوئی معذوری بھی ہو تو روزہ چھوڑ دینے کی اجازت ہے۔

1۔ سفر، 2۔ بیماری، 3۔ حمل، 4۔ ارضاع یعنی بچے کو دودھ پلانا، 5۔ جہاد، 6۔ بھوک، پیاس کی شدت، 7۔ ضعف اور بڑھاپا، 8۔ خوف اور ہلاکت، 9۔ بے ہوشی، 10۔ جنون۔

روزہ افطار کرانے کا اجر و ثواب

دوسرے لوگوں کو افطار کرانا بھی پسندیدہ عمل ہے۔ اور روزہ افطار کرانے والے کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا روزہ رکھنے والے کو ملتا ہے چاہے وہ چند لقمے ہی کھلائے یا ایک کھجور سے ہی افطار کرادے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔

''جس شخص نے کسی روزے دار کو افطار کرایا تو اس کو روزے دار کی طرح اجر و ثواب ملے گا''

بے سحری کا روزہ

شب میں سحری کھانے کیلئے اگر آنکھ نہ کھلے تب بھی روزہ رکھنا چاہئے، سحری نہ کھانے کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا بڑی کم ہمتی ہے۔ محض سحری نہ کھانے کی وجہ سے روزہ چھوڑنا گناہ ہے۔

اگر کبھی آنکھ دیر سے کھلی اور یہ خیال ہوا کہ ابھی رات باقی ہے اور کچھ کھا پی لیا پھر معلوم ہوا کہ صبح صادق کے بعد کھایا پیا ہے تو اگرچہ اس صورت میں روزہ نہ ہوگا۔ لیکن پھر دن بھر روزہ داروں کی طرح رہے اور کچھ نہ کھائے پیئے۔

اگر اتنی دیر سے آنکھ کھلی کہ صبح ہو جانے کا شبہ ہے تو ایسے وقت میں کھانا پینا مکروہ ہے اور اگر شبہ ہو جانے کے باوجود کھا پی لیا تو بہت برا کیا ایسے وقت میں کھانا گناہ ہے۔ پھر اگر بعد میں معلوم ہوا کہ صبح ہو چکی تھی تو قضا واجب ہے اور اگر شبہ ہی رہے تو قضا واجب نہیں لیکن احتیاط کا تقاضا یہی

ہے کہ روزہ رکھے۔

روزے کی شرائط

روزے کی شرطیں دو قسم کی ہیں۔

1۔شرائط وجوب 2۔شرائط صحت

روزہ صحیح ہونے کیلئے جن باتوں کا پایا جانا ضروری ہے ان کو شرائط صحت کہتے ہیں اور روزہ واجب ہونے کیلئے جن باتوں کا پایا جانا ضروری ہے ان کو شرائط وجوب کہتے ہیں۔

روزے کیلئے شرائط وجوب

روزہ واجب ہونے کی چار شرطیں ہیں۔

1۔ اسلام، کافر پر روزہ واجب نہیں۔

2۔ بلوغ۔نابالغ بچے پر روزہ واجب نہیں۔

3۔ صوم رمضان کی فرضیت سے واقف ہونا۔

4۔ معذور نہ ہونا یعنی کوئی ایسا عذر نہ ہو جس میں شریعت نے روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہے۔مثلاً بڑھاپا، مرض، جہاد وغیرہ۔

روزے کی شرائطِ صحت

روزہ صحیح ہونے کی تین شرطیں ہیں۔1۔اسلام، کافر کا روزہ نہیں۔2۔خواتین کا حیض ونفاس سے پاک ہونا۔3۔نیت کرنا یعنی دل میں روزہ رکھنے کا ارادہ کرنا، روزہ رکھنے کا ارادہ کیے بغیر اگر کوئی شخص دن بھر ان چیزوں سے رُکا رہا جن سے روزے میں رُکا جاتا ہے تو اس کا روزہ صحیح نہ ہوگا۔

روزے کی اقسام اور ان کا حکم

روزے کی چھ قسمیں ہیں۔جن کی تفصیل اور احکام جاننا نہایت ضروری ہے۔

1۔ فرض 2۔واجب 3۔سنت 4۔نفل 5۔مکروہ 6حرام۔

فرض روزے

سال بھر میں صرف رمضان المبارک کے تیس روزے مسلمانوں پر فرض ہیں۔

رمضان کے روزوں کا فرض ہونا قرآن وحدیث سے صراحتاً ثابت ہے۔جو شخص روزہ رمضان

کے فرض ہونے کا انکار کرے وہ کافر اور خارج از اسلام ہے۔

واجب روزے

واجب روزے، نذر کے روزے، کفارے کے روزے ہیں۔ اگر کسی متعین دن کے روزے کی نذر مانی ہے تو اس دن رکھنا ضروری ہے اور اگر دن متعین نہیں کیا ہے تو پھر جب چاہیں رکھ سکتے ہیں لیکن بلاوجہ تاخیر نہ کرنا چاہیے۔

سنت روزے

جو روزے خود نبی اکرم ﷺ نے رکھے یا جن کے رکھنے کی آپ ﷺ نے ترغیب دی ہے یہ روزے سنت ہیں اور ان کے رکھنے کا بڑا اجر وثواب ہے۔ لیکن ان میں سے کوئی روزہ سنت موکدہ نہیں کہ جن کے نہ رکھنے سے آدمی گناہ گار ہو۔ مسنون روزے یہ ہیں۔ 1 عاشورے کے روزے، 2۔ یوم عرفہ کا روزہ یعنی ذوالحجہ کی نویں تاریخ کا روزہ۔ 3۔ ایام بیض کے روزے یعنی ہر مہینے کی 15,14,13 تاریخ کے روزے۔

نفلی روزے

نفلی روزے وہ روزے ہیں جو فرض، واجب اور مسنون روزوں کے علاوہ ہیں۔ البتہ بعض مستحب روزے ایسے بھی ہیں جن کے اہتمام کا اجر وثواب زیادہ ہے۔ مثلاً 1۔ ماہ شوال کے چھ روزے، ان کو عرف عام میں شش عید کے روزے کہتے ہیں۔ 2۔ پیر اور جمعرات کے دن کا روزہ۔ 3۔ ماہِ شعبان کی پندرہویں کا روزہ۔ 4۔ ذوالحجہ کے ابتدائی عشرے کے آٹھ روزے۔

مکروہ روزے

1۔ صرف ہفتہ یا اتوار کے دن کا روزہ رکھنا۔

2۔ صرف یوم عاشورہ کا روزہ رکھنا۔

3۔ کسی خاتون کا شوہر کی اجازت کے بغیر روزہ رکھنا۔

4۔ درمیان میں ناغہ کئے بغیر مسلسل روزے جس کو صوم وصال کہتے ہیں۔

حرام روزے

سال بھر میں یہ روزے حرام ہیں۔

1۔ عیدالفطر کے دن کا روزہ
2۔ عیدالاضحیٰ کے دن کا روزہ
3۔ ایام تشریق
4۔ 11,12,13 ذوالحجہ کا روزہ

(ماخوذ از! آسان فقہ)

قرآن فہمی کے اصول

انجینئر سلطان بشیر محمود (ستارہ امتیاز)

قرآن پاک سے علم وحکمت کے موتی چننے کے لئے مندرجہ ذیل اصول لازمی ہیں۔

☆ پہلی بات پختہ یقین ہے کہ یہ کتاب رب العالمین کا کلام ہے اس لئے اس کا حرف حرف حق ہے اور لفظ لفظ سچ ہے۔ ہمیں سمجھ آئے یا نہ آئے اس کی آیت آیت حکمت ہے۔ اس ذہن اور صدق دل سے اگر ہم رجوع کریں تو تھوڑی سی محنت کے بعد قرآن حکیم اپنی حکمت ہم پر کھولنے لگے گا۔ (انشاء اللہ)

☆ قرآن حکیم کو سمجھنے کے لئے دوسری اہم بات یہ ہے کہ مولا کریم کا شریک بننے سے ہر صورت میں بچا جائے۔ ایسا قاری قرآن پاک میں اپنے رب کی حکمت کی بجائے اپنے ذہن کو تلاش کر رہا ہوتا ہے۔ بدقسمتی سے کئی علماء اور مفسرین اس گناہ میں مبتلا ہیں۔ وہ اپنے گھڑے ہوئے مفروضوں کو قرآن پاک کی آیات سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کلام اللہ کی بجائے وہ قرآن پاک کی آیات کے ذریعہ اپنی سوچوں اور عقائد کا پرچار کرتے ہیں۔ اسی حوالہ سے اقبال کہتے ہیں کہ:

احکام تیرے حق ہیں، مگر تیرے مفسر
تاویل سے قرآں کو بنا سکتے ہیں پاژند

یہ طریقہ نہ صرف انتہائی غیر ذمہ دارانہ ہے بلکہ بہت خطرناک ہے۔ جو آدمی قرآن پاک پر جھوٹ بولتا ہے۔ اس کے لئے جہنم کی آگ ہے۔ (اعوذ باللہ)

☆ بہت سے ''بے وقوف دوست'' ایسے بھی ہیں جو قرآن کریم سے مخلص تو ہوں گے لیکن ان کا علم بہت محدود ہوتا ہے۔ وہ نہ سائنسدان ہوتے ہیں اور نہ قرآن فہمی کے عالم ہوتے ہیں۔ بس سائنس سے مرعوب ہو کر قرآن پاک کی عظمت کو سائنس کی مدد سے ثابت کرنا چاہتے ہیں حالانکہ قرآن کو اپنی عظمت کا لوہا منوانے کے لئے کسی طرح کی بیساکھیوں کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ اپنی جہالت کی بنا پر کلام اللہ میں سے کسی آیت کو عجیب سا معنی دے کر بلا تحقیق اپنے وہم کا فوری اعلان کر دیتے ہیں۔ قرآن فہمی کا یہ طریقہ انتہائی بے ادبی اور غیر ذمہ دارانہ رویہ کا مظہر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ایسی جہالت سے بچائے۔

☆ غیر ذمہ دارانہ نتائج سے بچنے کے لئے قرآن فہمی کا مناسب طریقہ یہ ہے کہ تقویٰ کے بغیر قرآن کی تفسیر نہ کی جائے۔ اور قاری ہر ممکنہ حد تک کلام الٰہی کے الفاظ کے قریب ترین رہے اور ان میں اپنے ذہن کے معنی تلاش نہ کرے۔ الفاظ کی مروجہ معنی کے ساتھ ان کے مصادر (Roots) پر غور کرے تاکہ سمجھ آئے کہ قرآن پاک اسے کیا کہہ رہا ہے۔ اس کے لئے کسی مستند لغت کی مدد لینا بھی ضروری ہے۔ لیکن صرف اپنے من پسند معنوں پر اتفاق نہ کرے بلکہ الفاظ کے تمام معنوں پر برابر کاوش کر کے نہایت تقویٰ اور اخلاص سے اپنی رائے قائم کرے۔

☆ چونکہ قرآن حکیم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کوئی کجی نہیں رکھی وہ اپنی بات کرنا خوب جانتا ہے۔ اس لئے اگر کسی لفظ کے ایک سے زائد معنی ہوں تو وہ سب بھی ٹھیک ہو سکتے ہیں۔ یاد رہے کہ قرآن پاک اپنی تفسیر آپ ہے اور اس کی بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ مشکل مضامین نظریات اور عقائد کو مختلف اسلوب سے قرآن پاک میں کئی تناظر میں دہرایا گیا ہے تاکہ قاری اپنے رب کی منشا کی تہہ تک بغیر کسی غلطی کے پہنچ سکے۔ لہٰذا کسی خاص مضمون پر جس قدر آیات ہوں ان پر علیحدہ علیحدہ اور اکٹھا بھی غور کیا جائے اور پھر کوئی نتیجہ نکالا جائے۔ اس لئے جن مفسرین کے سامنے پورا قرآن پاک نہیں ہوتا وہ کافی غلطیاں کرتے ہیں۔

☆ یہ بات خاص طور پر ذہن میں رکھیں کہ قرآن پاک کو جناب صاحب قرآن ﷺ کی مبارک شخصیت کو سمجھے بغیر سمجھنا ناممکن ہے۔ اس لئے قرآن فہمی کے لئے ایک طرف اگر سارے قرآن پاک پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے تو دوسری طرف سیرت طیبہ، احادیث مبارکہ اور تاریخ اسلام کی کتابوں پر عبور ہونا بھی بہت ضروری ہے اور جیسے کہا گیا ہے کہ "زمانہ خود قرآن کریم کی تفسیر ہوگا" اس کے ساتھ ساتھ جدید ترین سائنسی علوم کا صحیح اور اک بھی قرآن فہمی کے لئے ضروری امر ہے۔

قرآن پاک اور سائنس کی بنیادیں

جہاں تک کائنات میں براہ راست سائنسی رازوں اور اس کے پیچھے "کیوں اور کیسے" کو سمجھنے کا مسئلہ ہے، قرآن حکیم چونکہ **علیم البصیر، عزیز الحکیم خالق السموت والارض وما بینھما** کا کلام ہے۔ اس لئے گاہے گاہے اس میں کائنات کے متعلق کیوں اور کیسے کے جواب بھی مل جاتے ہیں۔ "قرآن کے مطابق کائنات کی بنیاد وحدت کے کلیہ

پر استوار ہے۔ واحد اللہ اسکا خالق ہے اور اسکی تخلیق کا مرکز انسان ہے، اور زمان و مکاں کی تمام سمتوں میں ایک ہی طرح کے قانون کام کرتے ہیں''۔ یہ وہ نکات ہیں جن کی سائنسی اہمیت بے پایاں ہے۔ اس کلیہ کی روشنی میں قوانین قدرت کو جاننے اور سمجھنے میں بڑی آسانی رہے گی۔ لیکن یہ خیال رکھنا پڑے گا کہ بھرپور سائنسی انکشافات کی طرف اشاروں کے باوجود قرآن پاک کسی لحاظ سے بھی سائنس کی درسی کتاب نہیں۔

یہ بات بھی غور طلب ہے کہ درحقیقت سائنس یعنی علم الاشیاء کوئی ایسی بات نہیں کہ اس کے لئے وحی بھیجی جاتی بلکہ قرآن کریم یہ بتاتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہی میں اس علم کو ودیعت کر دیا تھا یعنی سائنسی علوم انسان کے جینیاتی نظام (Genetic Make-up) کا حصہ ہیں۔ لہٰذا سائنسی علوم تمام بنی آدم کی برابر کی میراث ہیں اور جو کوئی بھی محنت کرے گا ضرور پائے گا (مَنْ طَلَبَ وَجَدَا) لیکن اصل جاننے کی بات یہ ہے کہ سائنس کا اپنا مقصد کیا ہے؟ یہ وہ بات ہے جو کوئی محنت نہیں سکھا سکتی اور دراصل یہی جدید دور کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ اس کے نزدیک ''سائنس برائے انسان'' کی بجائے سائنس برائے تجارت یا ''سائنس برائے سائنس'' ہے۔

قرآن حکیم جہاں زندگی کے دیگر تمام مسائل کے لئے صراط مستقیم ہے وہاں سائنس کی بھی صحیح سمت میں رہنمائی کرتا ہے کہ ''سائنس برائے انسان'' ایمان کا ایک درجہ ہے۔ اس اصول کے مطابق کائنات کی ہر چیز انسان کے کسی نہ کسی فائدہ کے لئے بنائی گئی ہے۔ اور وہ بھی بیتاب ہے کہ انسان کے کام آجائے۔ وہ شدید خواہش رکھتی ہے کہ انسان اسے سمجھ پائے اسلئے کہ وہ اسی کے لئے بنائی گئی تھی۔ اس کی خوشی ہی اس بات میں ہے کہ آدمی اسے استعمال کرے۔ یوں اشیاء اور انسان ایک ہی وحدت کے دو جوڑے ہیں اس اصول کے تحت کائنات کی ہر چیز انسان کی طرف کشش رکھتی ہے۔ اس سے محبت کرتی اسکی تعظیم کرتی ہے۔ اس لئے کہ وہی غائت کائنات ہے۔ افسوس کہ مغربی سائنس اس نکتہ سے بالکل آگاہ نہیں۔ جب تک وہ کائنات کو انسان سے جدا محض مادی تناظر میں سمجھنے کی کوشش کریں گے وہ حقیقت کی تہہ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ بلکہ جیسا کہ ہو چکا ہے سائنس سرمایہ دار کا آلہء کار بنی رہے گی۔

قرآن پاک کا ظاہر و باطن

فہم قرآن کے لئے اسلوب قرآن سے بھی آگاہ ہونا بہت ضروری ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں سے پہیلیوں میں باتیں نہیں کرتا۔ اس کی باتیں صاف ظاہر اور مکمل ہوتی ہیں۔ یہ کوئی شاعری نہیں نہ ہی کوئی جادو ٹونے کے جملے ہیں جن میں دقیق اور ناقابل سمجھ جملوں میں اصل کو نقل اور سچ کو جھوٹ سے ملا کر پیش کیا جاتا ہے بلکہ اس کی ہر آیت مبارکہ بذات خود ایک کھلی دلیل جچے تلے الفاظ اور انتہائی ذمہ دارانہ کلام ہے۔ اس لئے قرآن حکیم کی آیات مبارکہ میں باطنی معنی تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس کا ظاہر و باطن ایک ہی ہے۔ نہ ہی اس میں عوام اور خواص کی تفریق کی گئی ہے کہ کچھ حکم عوام کے لئے ہیں اور کچھ خواص کے لئے یا ظاہری معنی عوام کے لئے ہیں اور باطنی معنی خواص کے لئے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک ہدایت کے لئے اس کے سبھی بندے برابر ہیں۔ وہ غور و فکر کی دعوت دیتا ہے اور علی الاعلان بتاتا ہے کہ جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر نہیں ہو سکتے۔ یعنی قرآن حکیم میں ظاہر باطن والی بات نہیں بلکہ جاننے یا نہ جاننے کی بات ہے۔ اس کی آیات مبارکہ انسان کو غور و فکر کی دعوت دیتی ہیں اور جس قدر کوئی گہرا غوطہ زن ہوگا، علم کے اس وسیع و عریض و عمیق سمندر میں سے وہ اپنی استطاعت اور ہمت کے مطابق موتی چن لے گا۔ حتیٰ کہ جو کنارے پر کھڑے صرف دیدار کرنے والے ہیں وہ بھی اس رحمت کی پھوارے سے مستفید ہو جاتے ہیں۔

قرآن حکیم کی سورۃ الکہف میں فرمان ہے کہ ''اگر سمندر سیاہی بن جائیں۔ یہ ختم ہو جائیں گے لیکن میرے رب کی باتیں ختم نہیں ہوں گی'' اور اسی بارے میں عظیم مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ''**القرآن یفسرہ الزمان**'' (حوالہ تفسیر نمونہ مقدمہ جلد ۱) یعنی ''زمانہ قرآن پاک کی تفسیر کرتا ہے'' مطلب یہ ہے کہ جوں جوں علوم انسانی ترقی کریں گے قرآن حکیم کی حکمت انسان پر مزید واضح ہوتی جائے گی۔ کلام اللہ خود اس بات پر شاہد ہے کہ قیامت سے پہلے انسان کی اپنے اندر اور باہر کی دنیا میں قرآن پاک کی سچائی کے متعلق بکھرے ہوئے تمام شواہد سائنس کی صورت میں ہویدا ہو جائیں گے۔ اس لئے قرآن پاک ایک مستقل حقیقت ہے۔ اس کی خوبیاں کبھی ختم نہ ہوں گی اس کی باتیں کبھی پرانی نہ ہوں گی اور قیامت تک ہر آنے والا مفسر اپنے زمانہ کی استعداد کے مطابق اس میں سے حکمت کے موتی چنتا رہے گا۔

مفسرین کی ذمہ داری

اس سب کا مطلب یہ ہے کہ سائنسی علم پر عبور اللہ تبارک وتعالیٰ کی کتاب پر غور وفکر کے لئے ضروری ہے۔ مفسرین کی ذمہ داری ہے کہ فی زمانہ تقویٰ کی حدود میں رہتے ہوئے محکم سائنسی علوم کے حوالہ سے قرآن پاک کی تفسیر کریں۔ اگر کوئی محقق اور مفسر خالص نیک نیتی اور علم کی پیاس سے قرآن پاک کی طرف رجوع کرے گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ ضرور اس پر اپنی حکمت واضح کرے گا (انشاء اللہ) لہٰذا سائنس کے حوالہ سے جو قاری قرآن پاک کو سمجھنا چاہتا ہے۔ اسے چاہیے کہ متقی بن کر اپنے آپ کو بھول کر، قرآن پاک میں غوطہ زن ہو اور جدید علوم اور سائنس کے محکم حقائق کی روشنی میں اس میں اپنا ذہن ڈھونڈنے کی بجائے اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکمت تلاش کرے۔

اعجاز فصاحت

قرآن حکیم سراسر معجزہ ہے جس کی مثل ناممکن ہے۔ عرب اپنی فصاحت اور زبان دانی پر فخر کرتے تھے اور غیر عربوں کو کم سمجھ کر عجمی یعنی گونگا کہتے تھے۔ سالانہ حج ایک بہت بڑا مذہبی تہوار تھا جس پر بڑے بڑے عرب شعراء اور ادیب خانہ کعبہ کے احاطہ میں ادبی محفلوں کا انعقاد کرتے، داد وصول کرتے اور غیر معیاری کلام کو فوراً رد کر دیتے۔ اس دور کے شعراء کا کلام آج بھی عربی ادب کا شاہکار سمجھا جاتا ہے۔ اس ماحول میں جب قرآن پاک اترا تو اہل عرب کو جس بات نے سب سے زیادہ ششدر کر دیا وہ اس کلام کی فصاحت وبلاغت تھی۔ اس سے پہلے صاحب قرآن ﷺ کی مکہ مکرمہ میں شہرت ان کی امانت اور صداقت کی وجہ سے تھی لیکن آپ ﷺ نے کبھی بھی عرب کی ادبی محفلوں میں حصہ نہیں لیا تھا۔ آپ خاموش طبع کسی گہری سوچ میں گم چپ چاپ قسم کے آدمی تھے۔ اس لئے نزول قرآن پر مکہ مکرمہ میں مخالفین اس بات پر خاص طور پر پریشان تھے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی جسے ادب اور شعر سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی، قرآن جیسے عظیم الشان کلام کا خالق ہو۔ ان کی بیچارگی یہاں تک تھی کہ انہیں یہ بھی پتہ نہیں چل رہا تھا کہ قرآن پاک کلام کی کون سی صنف سے تعلق رکھتا ہے۔

چنانچہ جب کسی نے کہا کہ قرآن پاک شعر ہے تو مکہ مکرمہ کے شاعروں اور ناقدوں نے اس سوچ کو فوری طور پر رد کر دیا کہ "وہ شعر کے تمام محاسن سے بخوبی واقف ہیں، یہ شاعری نہیں"۔ کسی

نے کہا یہ نثر ہے تو انہوں نے کہا ''ایسا خوبصورت بے مثال فصیح و بلیغ کلام نثر نہیں ہو سکتا''۔اس پر جھنجھلا کر ایک بڑا کافر بولا ''تو آخر پھر یہ کیا ہے؟'' تو کسی نے کہا یہ جادو ہے۔ ''ہاں یہ جادو ہے'' سب نے ہاں میں ہاں ملائی کہ ''جو سنتا ہے اس کا اسیر ہو جاتا ہے''۔ یہ واقعی جادو ہے۔

ادبی چیلنج

عربوں کی ایک بڑی خاصیت ان کی غیرت تھی اور اس میں شدت کا یہ حال تھا کہ اپنی عزت کی خاطر جان تک قربان کر دیتے تھے۔ قرآن حکیم نے عربوں کی اسی غیرت کو چیلنج کرتے ہوئے اعلان کیا اگر تمہیں اس کے کلام اللہ ہونے پر شک ہے تو ''اس جیسی ایک سورت بنا کر لے آؤ بلکہ تم اپنے تمام ساتھی اور حواری بھی اپنی مدد کے لئے بلا لاؤ۔ پھر بھی تم ایسا کلام ہرگز نہیں پیدا کر سکو گے۔'' اس چیلنج کے بعد کفار کو دق کرنے کے لئے حضرت علی علیہ السلام نے سالانہ حج سے پہلے کعبہ کی ایک دیوار پر قرآن حکیم کی سب سے چھوٹی سورت ''سورہ الکوثر'' کو خوبصورت انداز میں لکھ کر لٹکا دیا اور چیلنج کر دیا کہ کوئی ہے جو اس سے بہتر کلام پیش کر سکے؟ جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے کہ حج کے موقع پر عرب کے فصیح و بلیغ خطیب اور شعراء جمع ہو کر اپنا اپنا کلام سنا کر لوگوں سے داد حاصل کیا کرتے تھے۔ وہ قرآن کریم کے مخالف تو ہو سکتے تھے لیکن اس کے ادبی محاسن سے کیسے انکار کرتے چنانچہ جب حضرت علی علیہ السلام کے چیلنج کو جو دیکھا تو اس وقت کے عرب کے ملک الشعراء لبید نے اپنی بے بسی کو تسلیم کرتے ہوئے سورت کے نیچے لکھ دیا۔

''ماھذا کلام البشر'' یہ کلام بشر کا نہیں ہو سکتا

اس چیلنج کو آج چودہ سو سال سے اوپر ہونے کو آئے ہیں لیکن آج تک عرب اور غیر عرب، کٹر سے کٹر مخالف اور حاسد اس عظیم اور کھلے عام چیلنج کا جواب نہیں دے سکے۔ جھوٹے نبیوں کے جھوٹ کو ثابت کرنے کے لئے بھی یہی چیلنج کافی ہے۔ کہ وہ ایسا کلام لانے کی سکت نہیں رکھتے۔ اس لئے قرآن حکیم کو جوں کا توں تسلیم کر لیتے ہیں اور اپنے جھوٹ اور فریب کے لئے جھوٹی تاویلات کا سہارا لیتے ہیں مثلاً ہندوستان کے کاذب مرزا غلام احمد اور مصر کے کاذب خلیفہ راشد نے جب اپنی جھوٹی نبوت کے دعوے کیے تو قرآن حکیم کو جوں کا توں تسلیم کرنے کے سوا ان کے پاس بھی کوئی اور چارہ نہیں تھا۔ مُسَیلمہ کذاب جس نے حضور پاک ﷺ کی زندگی ہی میں نبوت

کا دعوئی کر دیا تھا، ثبوت کے طور پر کہ وحی اس کی طرف بھی آتی ہے تو اس نے بھی کچھ آیات بنائیں جو تاریخ کی کتابوں میں آج بھی محفوظ ہیں۔ان کا معیار نفس مضمون اور سٹائل قرآن حکیم کی آیات کا مقابلہ تو کیا کرتا بلکہ عرب اب تک اس کے کلام کو مذاق کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ اپنی اس کمزوری کو بھانپ کر مُسَیلمہ نے حضور انور خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس امر پر بات چیت کے لئے ملنے کی خواہش کی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاتا ہے، قرآن پاک کو صحیح تسلیم کرتا ہے صرف آپ حضور پاک ﷺ اس ملعون کو اپنی نبوت میں حصہ دار تسلیم کرلیں۔

ایک غیر عرب کے لئے قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت اور حسن کو سمجھنا تقریباً ناممکن ہے لیکن اس کے اثرات سے وہ بھی اثر پذیر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔انگریز نومسلم محمد مار ماڈیوک پکتھل نے قرآن کریم کے اپنے انگریزی ترجمہ (The Glorious Quran) کے دیباچہ میں خوب لکھا ہے کہ ''اس عجیب کتاب کے الفاظ ہیں کہ سننے والا ان کی تاثیر سے پگھل جاتا ہے۔دل دھڑکنے لگتے ہیں اور آنکھیں تر ہو جاتی ہے''۔وہ تمام لوگ جنہوں نے بغور اور ہوش و حواس کے ساتھ اس قرآن کریم کو پڑھا سنا ہے وہ مار ماڈیوک پکتھل کے اس مشاہدہ کے خود شاہد ہیں۔حق تعالیٰ سورۃ المائدہ میں فرماتے ہیں۔

''اور جب وہ اس کتاب کو سنتے ہیں جو اس پیغمبر پر نازل ہوئی ہے تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں، اس لئے کہ انہوں نے حق بات پہچان لی۔اور وہ (اللہ کی جناب میں) عرض کرتے ہیں اے پروردگار ہم ایمان لے آئے پس ہمیں ماننے والوں میں لکھ لے''۔(سورۃ المائدہ آیت 3)

قرآن حکیم کی بار بار تلاوت کے اثرات

قرآن حکیم کی ایک اور بہت بڑی صفت جس کا ہر قاری گواہ ہے کہ یہ واحد وہ کتاب ہے جسے جتنا زیادہ پڑھا جائے اسی نسبت سے مزید پڑھنے کا اشتیاق بڑھتا جاتا ہے۔یہ صفت دنیا کی کسی اور کتاب میں نہیں ہے۔یہاں تک کہ انتہائی دلچسپ اور معلوماتی کتابیں بھی ایک دو دفعہ سے

زیادہ برداشت نہیں ہوتیں اور آدمی بور ہو جاتا ہے لیکن قرآن کی یہ نرالی شان ہے کہ بار بار تلاوت سے بوریت کی بجائے یہ کسی مقناطیسی قوت سے قاری کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اگر کوئی خوش قسمت اس کے معانی کو بھی سمجھتا ہو تو پھر معاملہ نورٌ علیٰ نور والا ہے اور ہر دفعہ قاری پر نئے سے نئے انکشافات وارد ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن حکیم کا منبع امر ربی ہے انسانی روح بھی امر ربی ہے۔ چنانچہ جب روح روح سے ملتی ہے تو کلام اللہ کے الفاظ کا نور اس کے سرور کا باعث بن کر اسے بھی پرنور بنا دیتا ہے۔ افسوس کہ آج کچھ لوگ موسیقی کو روح کی غذا کہہ کہ نہ صرف خود بلکہ اوروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ حالانکہ موسیقی روح کی غذا تو دور کی بات الٹا روح کی بیماری ہے۔

قرآن پاک کا نور

یہ کہ قرآن پاک نور ہے اسی سلسلہ میں بے شمار لوگوں کا تجربہ ہے کہ باقاعدہ قرآن حکیم کی تلاوت کرنے والوں کی نظر خراب نہیں ہوتی اور مسجدوں میں بڑی بڑی عمر والے بزرگ کتنی آسانی سے قرآن حکیم کی تلاوت کرتے نظر آتے ہیں۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ قرآن بصیرت ہے۔ اس لئے بصارت کے لئے اس کا شفا ہونا ایک قدرتی امر ہے۔ قرآن پاک نہ صرف قلب اور روح کا نور ہے بلکہ آنکھیں جن کے راستہ سے اس کے الفاظ کی اشکال دماغ تک پہنچتی ہیں، انہیں بھی منور کرتا جاتا ہے، ہاتھ جو اسے چھوتے ہیں انہیں آگ نقصان نہیں پہنچا سکتی، کان جو اسے سنتے ہیں وہ برائی سے محفوظ رہتے ہیں، گھر جہاں پر یہ پڑھا جاتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فرشتوں کا نزول رہتا ہے اور شہر جس میں قرآن حکیم کا شوق بالاتر ہو وہ عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔

توکل علی اللہ اور اطمینان قلب

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی

میرے پیارے بھائیو! آپ کی خدمت میں مجھے اپنی طرف سے چند گزارشات جو سلسلہ کی تعلیم سے ہی متعلق ہیں، پیش کرنی ہیں تاکہ ہمارے اخلاق و کردار مزید اچھے ہو جائیں اور ان میں اولیاء اللہ اور فقراء کا رنگ جھلکتا نظر آنے لگے۔ ہم سب اِس حقیقت کو دل سے تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ کے حبیب ﷺ کا کامل اتباع کیے بغیر اللہ کی محبت اور اس کا قرب حاصل نہیں ہو سکتا۔ شریعت کی ظاہری پابندی کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کے باطنی اوصاف کا اتباع بھی نہایت اہم ہے۔ آپ کا باطنی اتباع یہ ہے کہ اللہ کی ذات پر کامل توکل کرتے ہوئے شیوہ تسلیم و رضا اختیار کیا جائے۔ ہر مشکل اور مصیبت میں اللہ کی قدرت اور تائید و نصرت کے بھروسہ پر دل کا مطمئن رہنا توکل علی اللہ کا شیریں ثمرہ ہے اور اس کے بغیر ایمان کامل ہو ہی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے۔ **وعلی اللہ فتوکلوا ان کنتم مومنین** (المائدہ 23) یعنی ''اللہ ہی پر توکل رکھو اگر تم مومن ہو''۔ اسی طرح سورہ یونس کی آیت 84 میں فرمایا **وقال موسیٰ یقوم ان کنتم امنتم باللہ فعلیہ توکلوا ان کنتم مسلمین** ''اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے بھائیو! اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو اس پر توکل بھی رکھو، اگر تم اطاعت گزار ہو''۔ ان آیات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ اس کی تمام صفات اور اس کی قدرت اور طاقت پر توکل اور بھروسہ کرنا بھی اتنا ہی ضروری ہے کیونکہ اِس کے بغیر مومن میں اعلیٰ درجہ کی ایمانی، اخلاقی اور روحانی طاقت پیدا ہو سکتی ہے نہ ہی اطمینان قلب اور دائمی مسرت جیسی لازوال دولت ہی ہاتھ لگ سکتی ہے۔ ایک مومن اِس بات پر یقین رکھتا ہے کہ تقدیریں بنانے اور بگاڑنے والا اللہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ زندگی، موت، عزت، ذلت، صحت بیماری، سکھ دُکھ، امیری غریبی سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اِسے سورہ التوبہ کی اس آیت کی صداقت پر پورا یقین ہوتا ہے۔ **قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ھو مولنا و علی اللہ فلیتوکل المومنون** ''آپ ﷺ مومنین سے کہہ دیجیے کہ ہمیں کوئی مصیبت آ ہی نہیں سکتی مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ رکھی

ہے۔ وہ ہمارا آقا ہے اور اللہ ہی پر مومنوں کو توکل رکھنا چاہیے" **ولیس بضارھم شیا الا باذن اللہ وعلی اللہ فلیتوکل المومنون** (المجادلہ۔10) "کفار انہیں اللہ کے اذن کے سوا کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ مومنوں کو چاہیئے کہ اللہ ہی پر توکل رکھیں"۔ یعنی سب کچھ اللہ ہی کی مرضی سمجھتے ہوئے خوشی سے برداشت کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جو اللہ پر توکل کرتا ہے تو پھر اللہ ہی اِس کو کافی ہے (الطلاق 3)۔ اِس لئے مومن اپنی تمام آرزوئیں اور امیدیں اللہ کے ساتھ وابستہ رکھتا ہے اور اس کے سوا کسی کی چوکھٹ کی طرف اس کی نظر اُٹھتی ہی نہیں۔ جیسے جیسے نماز اور کثرت ذکر کی برکت سے اللہ کے ساتھ اِس کا تعلق بڑھتا ہے ویسے ہی اللہ پر اس کا توکل بھی بڑھتا چلا جاتا ہے۔ قرآن میں جا بجا ایمان باللہ اور توکل علی اللہ کا ذکر آپ کو ساتھ ساتھ ملے گا۔ توکل علی اللہ ہی وہ محفوظ قلعہ ہے جس میں داخل ہو کر بندہ مومن شرک جیسے ظلم عظیم اور شیطان جیسے عدو مبین سے پناہ میں آ جاتا ہے۔ قرآن مجید میں شیطان کے بارے میں ارشاد ہوا ہے۔

انہ لیس لہ سلطن علی الذین امنوا وعلی ربھم یتوکلون (النحل۔99)

"شیطان کا زور ان لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں"۔

اور متوکل فقیر اِس بات پر بھی ایمان رکھتا ہے کہ اللہ ان مصائب کے ذریعے مجھے تکلیف دینا نہیں چاہتا بلکہ ان آزمائشوں کے ذریعے میرے اندر اعلیٰ اوصاف پیدا کرنا چاہتا ہے تا کہ اپنی نعمتوں کی تکمیل کر سکے۔ جس طرح فوج کے زیرِ تربیت افسران اپنی ٹریننگ کے دوران کڑی سے کڑی مشقت کمشن ملنے کی امید میں خوشی خوشی برداشت کرتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ ہمیں کسی غلطی کی سزا دینے کی خاطر ان کٹھن مرحلوں سے نہیں گزارا جا رہا بلکہ ہماری شخصیتوں کو ایک خاص سانچے میں ڈھالنے کیلئے خصوصی مشکلات پر مشتمل یہ تربیتی کورس مرتب کیا گیا ہے۔ اِس کے بغیر وہ مطلوبہ اہلیت جو ملکی دفاع کی اہم ذمہ داریاں سنبھالنے کیلئے ناگزیر ہے ہمارے اندر پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔ اِسی طرح ایک مومن بھی راہ سلوک میں پیش آنے والی ہر مصیبت کو اللہ کی نعمت جانتے ہوئے ہر حال میں خوش رہتا ہے۔ اخلاق و کردار کا یہ خصوصی معیار اللہ کے دوستوں اور فقیروں کیلئے ہے اور آپ سب کو ایسا ہی بننا پڑے گا۔ اگر عوام کا سا اخلاق رکھنا ہو تو پھر کسی سلسلہ فقر میں

شامل ہی کیوں ہوجائے۔ شاعر مشرقؒ بندہ مومن کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ہوں آتش نمرود کے شعلوں میں بھی خاموش
میں بندہ مومن ہوں نہیں دانہ اسپند
ہر حال میں میرا دل بے قید ہے خرم
کیا چھینے گا غنچے سے کوئی ذوق شکر خند

اِسی طرح دنیوی رزق اور مال و دولت کے حصول کیلئے وہ اپنی سی کوشش ضرور کرتا ہے لیکن اس کی خاطر پریشان ہونا مومن کی شان کے خلاف ہے۔ کیونکہ اللہ کی اِس یقین دہانی پر اس کا دل مطمئن ہوتا ہے کہ کوئی جاندار روئے زمین پر ایسا نہیں ہے مگر اسے روزی پہنچانا اللہ کے ذمے ہے۔ (سورہ ہود6) اللہ کا یہ فرمان بھی اِس کی تسکین کا باعث بنتا ہے کہ بہت سے جانور ہیں جو اپنا رزق اُٹھائے نہیں پھرتے۔ اللہ ہی ان کو رزق دیتا ہے اور تم کو بھی اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ (العنکبوت-20) اِسی طرح حضور نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ اِس کے پائے استقلال میں کبھی لرزش نہیں آنے دیتی کہ ''ہر انسان کو اس کی قسمت کا رزق مل کر رہتا ہے اور کسی انسان کو اس وقت تک موت نہیں آتی جب تک وہ دنیا سے اپنا مقررہ رزق حاصل نہیں کر لیتا''۔ مومن کا یہ انداز فکر اِس کی روح کو ہر دم تازہ رکھتا ہے اور وہ دور حاضر کی مادہ پرست تہذیب کے نظام تعلیم کی معاشی بھول بھلیوں اور جھوٹے معیار زندگی کے فریب کا شکار نہیں ہوتا جسکے بارے میں حکیم الامتؒ خبردار کرتے ہوئے فرمایا۔

عصر حاضر ملک الموت ہے تیرا جس نے
قبض کی روح تیری دے کے تجھے فکر معاش
اُس جنوں سے تجھے تعلیم نے بیگانہ کیا
جو یہ کہتا تھا خرد سے کہ بہانے نہ تراش

اللہ کے قرب و دیدار کا سچا طالب اِس حقیقت کو بھی اپنے ذہن میں رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خاص حکمتوں اور مصلحتوں کے تحت کسی کو وافر اور کھلا رزق عطا فرماتے ہیں، کسی کو نپا تلا دیتے ہیں اور کسی کو بعض اوقات ضروریات سے بھی کم رزق میسر فرماتے ہیں۔ وہ اپنے آقا کی حکمت کے

سامنے اپنا سر تسلیم خم کر دیتا ہے اور اس کے مقدر کے مطابق جتنی بھی روزی اس کو ملتی ہے اس پر ہی خوش رہتا ہے۔ اِس وصف کو قناعت کہتے ہیں کہ مستقبل کی بہتری کیلئے پوری کوشش کرتے ہوئے اپنی موجودہ حالت پر مطمئن اور سچے دل سے خوش رہا جائے۔ نہ کبھی غربت کا رونا رویا جائے، نہ حالات کا شکوہ کیا جائے اور نہ کسی کے سامنے دست سوال دراز کیا جائے۔ اہل قناعت کی شان میں کسی شاعر نے کیا خوب فرمایا ہے۔

راضی برضا ہوتے ہیں ارباب قناعت
وہ اپنا بھرم دست طلب سے نہیں کھوتے
دامان توکل کی یہ خوبی ہے کہ اس میں
پیوند تو ہو سکتے ہیں دھبے نہیں ہوتے

اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں اور قرب کے متلاشیوں کی رہنمائی اور ان کے دلوں کو تقویت پہنچانے کی خاطر قرآن کریم میں جو آیات تقسیم رزق کی حکمت ظاہر کرنے کیلئے نازل فرمائیں اِن میں سے چند ایک یہاں درج کر رہے ہیں تا کہ سالکین راہ خدا ہوا و ہوس اور اونچے معیار زندگی کی حرص کے شیطانی پھندوں سے نکل کر محمد مصطفیٰ ﷺ کے اصحابہؓ کی مانند مخلوق خدا کی خدمت اور اصلاح کے کام کو اپنی زندگی کا مشن بنالیں۔

1۔ واللہ فضل بعضکم علی بعض فی الرزق (النحل-71)

''اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت دی ہے''۔

2۔وجعلنا بعضکم لبعض فتنتہ اتصبرون وکان ربک بصیرا (الفرقان 20)

''اور ہم نے تمہیں ایک دوسرے کیلئے آزمائش بنایا ہے۔ کیا تم خوشی سے برداشت کرو گے اور تمہارا رب تو دیکھنے والا ہے''۔

3۔ نحن قسمنا بینهم معیشتهم فی الحیوة الدنیا ورفعنا بعضهم فوق بعض درجت لیتخذ بعضهم بعضا سخریا و رحمت ربك خیر مما یجمعون o (الزخرف 32)

''ہم نے اِن کی معیشت کو دنیا کی زندگی میں تقسیم کر دی اا ور ایک دوسرے پر درجے بلند کئے تا کہ ایک دوسرے سے خدمت لے اور جو کچھ یہ جمع کرتے ہیں تمہارے رب کی رحمت اس سے

کہیں بہتر ہے"۔

4۔ ولو بسط اللّٰہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض ولکن ینزل بقدر ما یشاء انہ بعبادہ خبیر بصیر ۔(الشوریٰ۔27)

"اگر اللہ اپنے سارے بندوں کے رزق میں فراخی کر دیتا تو زمین میں فساد کرنے لگتے۔ لیکن وہ جو چیز نازل کرتا ہے خاص اندازے کے ساتھ نازل کرتا ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں کو جانتا اور دیکھتا ہے"۔

ایک مومن کی عقل سلیم ان حقائق اور حکمتوں کو تسلیم کر لیتی ہے اور اس کا قلب سلیم رزق کی تقسیم پر مطمئن ہو جاتا ہے۔ وہ حیات ارضی کی حقیقت کو کما حقہ جان جاتا ہے اس لئے دنیوی آسائش کو سمیٹنے کی دوڑ میں دیوانہ نہیں ہو جاتا کہ ساری توانائی اسی میں کھپا دے اور ہر جائز و ناجائز طریقہ اور لوٹ کھسوٹ سے متاع دنیا میں دوسرے لوگوں سے کسی طرح اُونچا ہو جائے۔ وہ اللہ کے قرب کو اپنی منزل بنا لیتا ہے اور حیات ارضی کی عارضی نعمتوں سے بے نیاز ہو کر مجاہدانہ اور مسافرانہ زندگی اپنا لیتا ہے۔ اس کا حقیقی پیار صرف اللہ سے ہوتا ہے اور اس کے سوا اس کی آنکھوں میں کچھ جچتا ہی نہیں۔ جو لوگ اللہ کی محبت کے نایاب گوہر کو اس کے ماسویٰ کی محبت سے داغدار نہیں ہونے دیتے وہ دنیا کے متاع کیلئے حرص و طمع ترک کر دیتے ہیں اور زہد و تقویٰ اختیار کر کے اللہ کے دیئے ہوئے تھوڑے رزق پر ہی قناعت کر لیتے ہیں۔ اللہ ایسے صابر بندوں کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

تلک دار الاخرہ نجعلھا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقین o (القصص 83)

"وہ جو آخرت کا گھر ہے، ہم نے اسے ان لوگوں کیلئے تیار کر رکھا ہے جو زمین میں نہ تو بڑا پن چاہتے ہیں نہ ہی فساد۔ اور بہتر انجام تو متقین کیلئے ہے"۔

دین اسلام میں اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والی قوم کیلئے دنیا کی نعمتوں کو نہ تو یکسر نظر انداز کر کے انہیں ترک کر دینے کی تعلیم ہے اور نہ ہی زندگی کے حقیقی مقصد کو فراموش کر کے ان میں غرق ہو جانے کی اجازت ہے۔ اُمت مسلمہ مادی لذات سے ایک حد تک مستفید ہو سکتی ہے۔ لیکن اِن میں کھو نہیں سکتی کیونکہ وہ جانتی ہے کہ اللہ کی رضا اپنی ذات کیلئے آسائشیں سمیٹنے

میں نہیں بلکہ اللہ کی مخلوق کی خدمت میں ہے۔اللہ کے دین میں انسان معاشی طبقات میں تقسیم نہیں کئے جاتے اور نہ ہی دولت کو عزت وفضیلت کا معیار بنایا جاتا ہے۔ بلکہ انسانیت کے احترام اور متقین کے اکرام کا درس دیا جاتا ہے۔ایک عام مسلمان کو بھی وہی حقوق حاصل ہوتے ہیں جو امیر مملکت کو ہوتے ہیں۔ان کی حکومت کا سربراہ انہیں میں سے ہوتا اور انہیں کی طرح زندگی بسر کرتا ہے۔ مادی لذات، ظاہری شان وشوکت اور جسمانی آسائشوں کے معاملہ میں ایک عام آدمی ومسکین سے لے کر امیر المومنین تک کی طبیعت میں استغناء اور بے نیازی کا رنگ جھلکتا ہے۔اسی کیفیت کو معراج مسلمانی قرار دیتے ہوئے اللہ کے فقیر اقبالؒ نے فرمایا تھا۔

نہ ڈھونڈ اِس چیز کو تہذیب حاضر کی تجلی میں

کہ پایا میں نے استغناء میں معراج مسلمانی

اقبالؒ کے نزدیک اسلام کا دوسرا نام ''فقر غیور'' ہے۔ ہر مومن اللہ کے دیئے ہوئے تھوڑے رزق پر بھی دل سے خوش رہتا ہے اور کسی شہنشاہ کی دولت وشوکت پر نہ حرص کی نگاہ ڈالتا ہے نہ اس سے مرعوب ہوتا ہے۔ حضرت رابعہ بصریؒ کا ایک قول ہے کہ مجھے ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ کو راضی کرنا چاہتے ہیں مگر وہ خود اللہ تعالیٰ سے راضی نہیں ہوتے، جب ہم اِس سے سچے دل سے راضی نہ ہوں تو وہ جو دلوں کا حال جاننے والا ہے ہم سے کیسے راضی ہوگا۔ بانی سلسلہ توحیدیہؒ نے پہلے لکھی گئی قرآنی آیات کی روشنی میں رزق کی تقسیم پر صبر کرنے اور ہر حال میں خوش رہنے کی نصیحت کرتے ہوئے اپنے پانچویں خطبے میں تحریر فرمایا ہے'' اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس کسی کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اللہ کی مرضی سے ہے تو اے سالکان راہ خدا تم اللہ کی مرضی پر خوش کیوں نہیں رہتے اور اس کی مرضی کو اپنی مرضی کے تابع کیوں کرنا چاہتے ہو''۔ میرے توحیدی بھائیو! میں توکل علی اللہ اور راضی برضا رہنے پر اس لئے بار بار زور دے رہا ہوں تاکہ آپ فکر معاش سے نکل کر فکر معاد میں لگ جائیں اور اپنی اور اپنے مسلمان بھائیوں کی اصلاح کیلئے اپنا وقت لگا سکیں۔

ملفوظاتِ علی ہجویریؒ

ترتیب: جواد رضا

1۔ علم اس قدر سیکھنا چاہئے، جس سے عمل درست ہو۔

2۔ ایثار یہ ہے کہ تو اپنے ساتھی کا حق نگاہ میں رکھے اور اپنا حصہ اُس کو دے دے اور ساتھی کے آرام کیلئے خود تکلیف اُٹھائے۔

3۔ جب وضو کیلئے ہاتھ دھوؤ تو دِل کو دُنیا کی دوستی سے دھوڈالو۔

4۔ خدا کی شناخت پر کسی کی تقلید نہیں کرنی چاہیے۔ بلکہ اسے اُس کے کمال کی صفتوں سے پہچاننا چاہیے۔

5۔ علم معرفت کا طلب کرنا سب طالب علموں پر فرض ہے۔

6۔ نفس کی مثال شیطان کی سی ہے اور رُوح کی مثال فرشتہ کی سی ہے۔

7۔ رضا دو طرح کی ہے۔

ا۔ حق تعالیٰ کی رضا بندہ سے۔ ۲۔ بندہ کی رضا حق تعالیٰ سے۔

8۔ صوفی اُسے کہتے ہیں جو اپنے معاملے اور اخلاق کو مہذب بنائے اور طبیعت کی آفتوں سے کنارہ کرلے۔

9۔ فقیر وہ ہے کہ جس کے پاس کچھ نہ ہو، اُس کی کسی چیز میں خلل نہ آئے۔ کیونکہ فقیر جتنا تنگدست ہوگا، اُتنا ہی اُس پر اسرار منکشف ہوں گے۔

10۔ فقیر کا کمال فقر یہ ہے کہ اُس کے فقر کے ترازو میں دونوں جہاں رکھ دیئے جائیں تو ایک مچھر کے پر کے برابر بھی فرق نہ پڑے۔ اور اُس کی سانسیں دونوں جہاں میں بھی نہ سمائیں۔

11۔ خدا کے راستے کے سالکوں کا پہلا مقام توبہ ہے۔

12۔ سچا فقیر بن، خواہ کافروں کی سی کلاہ پہن۔

13۔ نفس ایک کتا ہے، کتے کے چمڑے کو جب تک دباغت اور رنگ نہ کیا جائے، پاک نہیں ہوتا۔

14۔ انسان کیلئے سب چیزوں سے مشکل خدا کی پہچان ہے۔

15۔ بندہ کی رضا یہ ہے کہ خدا کے فرمان پر قائم رہے اور اُس کے احکام سے سرتابی نہ کرے۔

16۔ عارف عالم ضرور ہوتا ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ عالم عارف ہو۔

17۔ صوفی وہ ہے جس کی گفتار اور کردار ایک جیسے ہوں اور وہ اُستاد کا حق ہرگز ضائع نہ کریں۔

پیارے رسول ﷺ کی پیاری زبان (دوسری قسط)

محمد صدیق ڈار توحیدی

حروفِ عاطفہ

حروفِ عاطفہ تعداد میں نو (9) ہیں۔ یہ ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ سے ملاتے ہیں۔

حروف:۔ وَ، فَ، ثُمَّ، اَوْ، اَمْ، حَتّٰی، لَا، بَلْ، لٰکِنْ

ترجمہ:۔ اور۔ پس۔ پھر۔ یا۔ یا۔ یہاں تک، نہیں، بلکہ، لیکن۔

حروفِ ایجاب

کسی بات کی قبولیت کا اظہار کرنے کیلئے جو حروف استعمال کئے جاتے ہیں انہیں حروفِ ایجاب کہتے ہیں۔ یہ دو ہیں۔

(1) نَعَمْ۔ سوالیہ جملوں کے جواب میں آتا ہے۔ مثلاً اَھُوَ خَالِدٌ (کیا وہ خالد ہے؟) جواب ہوگا نَعَمْ (ہاں)۔

(2) بَلٰی۔ یہ منفی سوالیہ جملے کے بعد آتا ہے۔ سوالیہ جملہ کے انکار کو ختم کر کے اقرار کے معنی پیدا کر دیتا ہے۔ اس لئے اردو میں اِس کا ترجمہ "ہاں کیوں نہیں" کیا جاتا ہے۔ مثلاً اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں) تو جواب یہ ہوگا بَلٰی (ہاں کیوں نہیں)۔

حروفِ نفی

لَا، مَا اور لَیْسَ حروفِ نفی کہلاتے ہیں۔ فعلِ ماضی کو منفی بنانے کیلئے مَا استعمال ہوتا ہے۔ جیسے مَا ضَرَبَ (اُس نے نہیں مارا) فعل مضارع اور فعل امر کو منفی بنانے کیلئے لَا استعمال ہوتا ہے۔ جیسے لَا تَنْصُرُ (تو مدد نہیں کریگا)۔ لَا تَقْتُلْ (قتل نہ کر)

لَیْسَ کی پانچ مختلف شکلیں، مختلف صیغوں کے ساتھ استعمال ہوتی ہیں۔ وہ یہ ہیں!

(۱) لَیْسَ (۲) لَیْسَتْ (۳) لَسْتَ (۴) لَسْتِ (۵) لَسْتُ۔

حروفِ قَسَم

واؤ، با اور تا (و۔ ب۔ ت) یہ تین حروف قسم کھانے کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔

مثلاً وَاللهِ، بِاللهِ، تَاللهِ۔ تینوں کے معنی ہیں اللہ کی قسم۔

حروفِ شرط

کسی جملہ کو شرطیہ بنانے کیلئے تین حروفِ شرط استعمال ہوتے ہیں۔

اِنْ، لَوْ، لَوْلَا۔ اگر، اگر، اگر نہیں تو۔ (جاری ہے)

حضرت اسعدؓ بن زُرارہ انصاری

طالب الہاشمی

رحمت عالم ﷺ کو پیغام حق سناتے ہوئے دس برس گزر چکے تھے، لیکن اہل مکہ کی حرماں نصیبی کہ اُن کی اکثریت اس نعمت عظمیٰ سے محروم تھی جو خود اُن کے گھر اتری تھی دعوت حق قبول کرنا تو ایک طرف رہا، انہوں نے اُس کی راہ روکنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ سبّ وشتم، استہزا اور تمسخر، مار پیٹ، قید وبند، معاشرتی مقاطعہ، غرض ظلم وجور کا کوئی ایسا حربہ نہ تھا جو انہوں نے ہادی اکرمؐ اور آپؐ کے ساتھیوں پر نہ آزمایا ہو، لیکن ان تمام ایزاء رسانیوں اور ستم رانیوں کے باوجود حضورؐ نے مخلوق خدا کو راہ ہدایت دکھانے کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس طویل عرصے میں حضورؐ کا یہ معمول رہا کہ آپؐ عُکاظ، مجنہ، اور ذی المجاز کے میلوں اور حج کے موقع پر عرب کے مختلف قبائل کی قیام گاہوں پر تشریف لے جاتے، انہیں دعوت توحید دیتے اور فرماتے کون میری مدد کرتا ہے اور مجھے اپنے ہاں پناہ دیتا ہے تاکہ میں بلا روک ٹوک اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچاؤں اور مددگار اس کے بدلے میں جنت کا مستحق ٹھہرے۔، بنو بکر بن وائل، عامر بن صعصعہ، بنو شیبان، بنو سلیم، بنو عبس، بنو نضر، بنو فزارہ، بنو محارب، بنو مرۃ، بنو کلب اور بنو حنیفہ، غرض قریب قریب عرب کے تمام قبیلوں تک آپؐ نے پیغام حق پہنچایا، لیکن کسی قبیلے نے آپ کی تائید وحمایت کی ہامی نہ بھری۔

۱۱ سنہ نبوت کے موسم حج کا ذکر ہے کہ آپؐ معمول کے مطابق تبلیغ حق کے لیے منیٰ تشریف لے گئے جہاں عرب کے گوشے گوشے سے حج کے لیے آنے والوں نے خیموں کا شہر آباد کر رکھا تھا، حضورؐ سعید روحوں کی تلاش میں جمرہ عقبہ کے قریب پہنچے، تو دیکھا کہ خیمے میں چھ گورے چٹے خوش وضع آدمی مصروف گفتگو ہیں۔ یہ لوگ تین سو میل دُور یثرب سے آئے تھے۔ سرور عالم ﷺ نے اُنہیں سلام کیا اور فرمایا ''کیا آپ لوگ میری بات سنیں گے؟''

اُن سب نے بیک زبان جواب دیا: ''ضرور، ضرور۔''

حضورؐ نے اُنہیں نہایت بلیغ پیرائے میں اللہ عزوجل کا پیغام سنایا، توحید کی دعوت قبول کرنے کی ترغیب دی اور فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں اور خلق خدا کو راہ ہدایت دکھانے پر مامور ہوں۔ اُن لوگوں نے آپؐ کے ارشادات بڑے غور سے سنے اور پھر آپؐ سے درخواست کی:

''اللہ نے جو کلام آپؐ پر نازل کیا ہے، اس کا کچھ حصہ ہمیں سنایئے؟''

اس وقت لسانِ رسالتؐ پر سورہ ابراہیم جاری ہوگئی۔ ابھی آپؐ نے چند آیات ہی پڑھی تھیں کہ قرآن حکیم کی بے مثل فصاحت و بلاغت اور ندرتِ بیان سے ان لوگوں کے دل پگھل گئے۔ انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور بولے: "واللہ! یہ تو وہی نبی ہیں جن کا تذکرہ ہر وقت ہمارے شہر کے یہودیوں کی زبان پر رہتا ہے، دیکھنا یہود کہیں ہم سے قبولِ حق میں سبقت نہ لے جائیں!" اور پھر حضورؐ سے بڑے پرجوش لہجے میں عرض کیا:

"اے محمدؐ! ہم آپ کی دعوت کو دل و جان سے قبول کرتے ہیں اور شہادت دیتے ہیں کہ اللہ ایک ہے اور آپؐ اس کے سچے رسول ہیں۔ اب فرمایئے کہ آپؐ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟"

حضورؐ نے فرمایا: "میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے اپنے ہاں لے جاؤ اور اپنی جانوں کے ساتھ میری تائید و نصرت اور حفاظت کرو تاکہ میں زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پیغامِ حق پہنچا سکوں۔"

اللہ کے ان سعید فطرت بندوں نے سچے دل سے حضورؐ کو سچا رسول تسلیم کر لیا تھا اور اب وہ کوئی بات حضورؐ سے چھپا کر نہیں رکھنا چاہتے تھے۔ نہایت ادب سے عرض کیا: "اے اللہ کے نبیؐ! ہم ہر طرح آپ کی تائید و حمایت کے لیے تیار ہیں۔ ہمارے ہاں تشریف لائیں گے تو ہم آپؐ کی حفاظت کے ذمہ دار ہوں گے، لیکن یا رسول اللہ! ابھی ہمارے درمیان باہمی لڑائیوں کی وجہ سے سخت عداوت پھیلی ہوئی ہے۔ ہم اپنے جھگڑے نبٹا لیں، تو پھر اپنے ہاں تشریف لانے کی دعوت دیں گے۔ کشیدگی اور تفرقے کی اس فضا میں وہاں کامیابی کی بہت کم اُمید ہے۔ انشاء اللہ اگلے سال ہم پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔"

"بہت بہتر۔" حضورؐ نے فرمایا۔

پھر ایک شکیل اور وجیہہ نوجوان جو سب سے کم عمر معلوم ہوتے تھے، آگے بڑھے اور عرض کیا "یا رسول اللہؐ! اپنا دستِ مبارک لایئے، میں اس پر بیعتِ اسلام کرتا ہوں۔"

سرورِ عالم ﷺ نے اپنا دستِ مبارک آگے بڑھایا اور سعادت مند نوجوان نے بڑے ذوق و شوق سے آپؐ کی بیعت کی، اُن کے پانچوں ساتھیوں نے بھی اِن کی تقلید کی، آپ ان لوگوں کی بیعت سے بے حد مسرور ہوئے، انہیں دُعائے خیر سے نوازا اور واپس تشریف لے گئے۔

یثرب کے یہ خوش بخت نوجوان، جنہیں سب سے پہلے خیر الخلائق فخرِ موجودات سید المرسلینؐ کی بیعت کا عظیم شرف حاصل ہوا، حضرت اسعدؓ بن زرارہ تھے۔

سیدنا حضرت ابوامامہ اسعدؓ بن زرارہ کا شمار آسمان ہدایت کے نہایت درخشندہ ستاروں میں ہوتا ہے۔اُن کا تعلق خزرج کے سب سے معزز خاندان بنونجار سے تھا۔سلسلہ نسب یہ ہے:

اسعدؓ بن زرارہ بن عدس بن عبید بن غنم بن مالک بن بخار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج۔

حضرت اسعدؓ کو مبداء فیض نے نہایت صالح فطرت عطا کی تھی۔وہ زمانہ جاہلیت ہی میں بت پرستی سے متنفر اور توحید کے قائل ہو گئے تھے۔یثرب کے یہودیوں سے نبی آخرالزماںؐ کا تذکرہ سنتے تو دل میں تمنا پیدا ہوتی۔کاش! مجھے بھی اس نبیؐ کا زمانہ دیکھنے کی سعادت حاصل ہوتی۔حضورﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو ان کے کان نبی آخرالزماںؐ اور دین حق کے ذکر سے کلیتہً نا آشنا نہیں تھے۔ان کے مشرف بہ اسلام ہونے کے بارے میں دو روایتیں ہیں۔علامہ ابن سعدؒ کا بیان ہے کہ وہ ۱۱ نبوی میں اپنے پانچ ساتھیوں حضرت عقبہؓ بن عامر، عوفؓ بن حارث بن عضرا، رافعؓ بن مالک، قطبہؓ بن عامر اور جابرؓ بن عبداللہ کے ساتھ شرف اسلام سے بہرہ ور ہوئے، لیکن علامہ ابن اثیرؒ نے ''اُسد الغابہ'' میں لکھا ہے کہ وہ اس سے پہلے ہی حضرت ذکوانؓ بن عبدقیس کے ساتھ مشرف بہ ایمان ہو چکے تھے۔اس کی تقریب یہ ہوئی کہ حضورؐ کی بعثت کے بعد ایک دفعہ حضرت اسعدؓ بن زُرارہ اور ذکوانؓ بن عبدقیس قومی مفاخرت کا مقابلہ کرنے کے لیے مکہ آئے اور رئیس قریش عتبہ بن ربیعہ کے ہاں قیام کیا۔اثنائے گفتگو میں عتبہ نے اپنے مہمانوں کو بتایا کہ بنوہاشم کے ایک نوجوان محمدؐ بن عبداللہ نے رسالت کا دعویٰ کیا ہے۔وہ ہمارے بتوں کو مذمت کرتا ہے، ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہمیں ایک اللہ کی عبادت کرنی چاہیے۔

ذکوانؓ کئی بار حضرت اسعدؓ کو یہ کہتے سن چکے تھے کہ کاش مرنے سے پہلے اُنہیں دین حق نصیب ہو جائے۔اب اُنہوں نے عتبہ بن ربیعہ سے سرور عالمﷺ کے حالات سُنے تو حضرت اسعدؓ سے مخاطب ہو کر کہا: ''دونکَ ھذا دینک'' (تم کو جس دین کی تلاش تھی وہ یہی دین ہے) حضرت اسعدؓ اُسی وقت اُٹھ کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اللہ کی وحدانیت اور حضورؐ کی رسالت کی تصدیق کی۔کہتے ہیں کہ حضرت ذکوانؓ بن عبدقیس بھی اسی موقع پر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔بہرحال جو روایت بھی درست ہو، یہ بات سب کے نزدیک مسلم ہے کہ انصار کے سابقین اولین میں حضرت اسعدؓ کو امتیازی حیثیت حاصلؓ ہے۔یہ حضرت اسعدؓ کے جوش ایمان

اور اخلاص فی الدین ہی کا نتیجہ تھا کہ یثرب میں چراغ سے چراغ جل اٹھا اور

بقعہ نور شہر کے دیوار ودر ہوئے

حضرت سعدؓ بن زرارہ اور ان کے پانچوں ساتھی دولت اسلام سے بہرہ یاب ہو کر یثرب واپس گئے، تو اُن کے دل جوش ایمان سے لبریز تھے اور جو شمع یقین ان کے سینوں میں فروزاں ہوئی تھی اس کے نور سے وہ دوسرے اہل یثرب کے سینوں کو بھی منور کرنے کے لیے بے تاب تھے چنانچہ انہوں نے بڑی تندہی سے اوس وخزرج میں تبلیغ حق شروع کر دی۔ تھوڑی مدت ہی میں اُن کی تبلیغ سے یثرب کے گھر گھر میں اسلام کا چرچا ہونے لگا اور کچھ سعید الفطرت یثربیوں نے کھلم کھلا حلقہ بگوش اسلام ہونے کا اعلان کر دیا۔ اگلے سال (۱۲ھ بعد بعثت) کا موسم حج آیا، تو یثرب سے بارہ مسلمان سرور کونین ﷺ کی زیارت کے لیے مکہ پہنچے۔ ان میں سے دس کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا اور دو کا قبیلہ اوس سے۔ خزرجیوں میں حضرت اسعد بھی شامل تھے۔ سرور عالم ﷺ کو اُن کی آمد کا پتہ چلا، تو آپ رات کو منیٰ تشریف لے گئے اور عقبہ کی گھاٹی میں جہاں گزشتہ سال چھ خزرجیوں سے ملاقات ہوئی تھی۔ ان لوگوں سے ملے۔ رحمت عالم ﷺ کو اپنے درمیان پا کر ان اصحاب کی مسرت کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ وہ سب بڑے ذوق وشوق سے حضورؐ کی بیعت سے مشرف ہوئے اور حسب ذیل باتوں کا عہد کیا:

۱۔ ہم شرک نہیں کریں گے۔ ۲۔ چوری نہیں کریں گے۔

۳۔ زنا نہیں کریں گے۔ ۴۔ اپنی لڑکیوں کو قتل نہ کریں گے۔

۵۔ کسی پر تہمت یا جھوٹا الزام نہیں لگائیں گے

۶۔ رسول اللہ کی نافرمانی نہ کریں گے اور آپ کا حکم ہر حال میں مانیں گے۔

۷۔ ہر حال میں حق بات کہیں گے اور اس معاملے میں کسی کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔

۸۔ حکومت کے معاملے میں اہل حکومت سے جھگڑا نہیں کریں گے، سوائے اس کے کھلا کفر دیکھیں۔

بیعت لینے کے بعد حضورؐ نے ان اصحاب سے فرمایا: "اگر تم نے اپنا عہد پورا کیا تو جنت کے حق دار ہو گے اور اگر عہد شکنی کے مرتکب ہوئے تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کہ وہ تمہیں عذاب دے یا معاف کر دے۔"

یہ بیعت تاریخ میں ''بیعت عقبہ اولیٰ'' کے نام سے مشہور ہے۔ بعض نے اسے ''بیعت نساء'' سے بھی موسوم کیا ہے، کیونکہ اس بیعت کی شرائط اُن شرائط سے بہت ملتی جلتی ہیں جن پر چند برس بعد مسلمان عورتوں سے بیعت لی گئی۔

علامہ طبریؒ اور ابن ہشام کا بیان ہے کہ مکہ سے چلتے وقت ان اصحاب نے حضورؐ سے درخواست کی کہ انہیں قرآن پڑھانے اور دین کی باتیں سکھانے کے لیے ایک معلم عطا کریں۔ اس پر حضورؐ نے حضرت مصعبؓ بن عمیر کو یہ خدمت سونپی اور ان کو اس مقدس قافلے کے ساتھ یثرب بھیج دیا۔ بعض دوسری روایتوں میں ہے کہ ان اصحاب نے یثرب پہنچ کر حضورؐ کو خط لکھا یا دو آدمی بھیج کر درخواست کی کہ آپ کسی ایسے آدمی کو بھیج دیں جو ہمیں دین کی تعلیم دے، اس پر حضورؐ نے حضرت مصعبؓ کو یثرب جانے کا حکم دیا۔ حضرت مصعبؓ قافلے کے ساتھ گئے ہوں یا بعد میں، اس بات پر سب اہل سیر کا اتفاق ہے کہ یثرب میں حضرت اسعدؓ بن زُرارہ ہی نے اُنہیں اپنا مہمان بنایا اور حضرت مصعبؓ نے اُنہی کے مکان کو مرکز بنا کر تعلیم و ہدایت اور دعوت تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔

حضرت مصعبؓ بن عمیر کے پاکیزہ کردار اور حکیمانہ انداز تبلیغ نے بیسیوں یثربیوں کے دلوں میں اسلام کی شمع روشن کر دی اوس اور خزرج کا کوئی گھر ایسا نہ رہا جس کا کوئی نہ کوئی فرد اسلام کی سعادت سے فیض یاب نہ ہوا ہو، لیکن ابھی تک ان قبیلوں کے سردار اسلام سے نا آشنا تھے، اس لیے اشاعت اسلام کے کام میں رکاوٹ پیدا ہو رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس رکاوٹ کو دور کرنے کی عجیب صورت پیدا کر دی۔ ایک دن حضرت اسعدؓ بن زُرارہ، حضرت مصعبؓ بن عمیر کو ساتھ لے کر بنی ظفر اور بنو عبدالاشہل کے محلوں کی طرف گئے (یہ دونوں قبیلہ اوس کے گھرانے تھے) وہاں بنی ظفر کے ایک باغ میں کنوئیں (بئر مرق) پر بیٹھ گئے۔ بہت سے اور مسلمان بھی وہاں پہنچ گئے۔ کسی نے بنو عبدالاشہل کے سردار حضرت سعدؓ بن معاذ کو یہ اطلاع دی کہ مسلمان تمہارے محلے میں آ کر لوگوں کو بہکا رہے ہیں۔ سعدؓ بن معاذ یہ خبر سن کر سخت غضب ناک ہوئے اور مسلح ہو کر وہاں جانے کا ارادہ کیا، لیکن جب پتہ چلا کہ مسلمانوں میں اسعدؓ بن زرارہ بھی موجود ہیں، تو رک گئے، کیونکہ اسعدؓ بن زرارہ ان کے خالہ زاد بھائی تھے، تاہم انہوں نے اپنے ابن عم اُسیدؓ بن حضیر سے کہا:

''اُسید! تم جاؤ اور ان لوگوں کو منع کر دو کہ وہ آئندہ ہمارے آدمیوں کو گمراہ کرنے اوس کے محلوں میں نہ آئیں۔ اسعد بن زُرارہ وہاں نہ ہوتا تو میں خود جاتا۔''

حضرت اُسیدؓ بھی بنو عبد الاشہل کے سرداروں میں سے تھے اور بڑے پرجوش نوجوان تھے۔ انہوں نے اپنا نیزہ اٹھایا اور بئر مرق کی طرف تیزی سے چل پڑے۔ حضرت اسعدؓ بن زُرارہ نے اُنہیں اسی طرح آتے دیکھا تو حضرت مصعبؓ سے کہا: ''یہ قبیلہ اوس کے دو بڑے سرداروں میں سے ایک ہے۔ آج آپ کو اس کے سامنے اللہ کا پیغام پہنچانے کا حق ٹھیک ٹھیک طریقے سے ادا کرنا ہے۔'' حضرت مصعبؓ نے فرمایا: ''اسے ذرا بیٹھنے دو، میں بات کرتا ہوں، آگے جو اللہ کو منظور ہے۔''

اُسیدؓ نے پہنچتے ہی خشم آلود لہجے میں تیز تیز گفتگو شروع کر دی اور حضرت مصعبؓ سے مخاطب ہو کر بولے: ''تم یہاں کس مقصد کے لیے آئے ہو؟ کیا ہمارے کمزور لوگوں کو بیوقوف بنانے کے لیے۔۔۔؟ زندگی پیاری ہے تو فوراً یہاں سے چلے جاؤ اور پھر کبھی ادھر کا رخ نہ کرنا!''

حضرت مصعبؓ نے اُن کی تند و تیز باتیں بڑے تحمل سے سنیں اور پھر نہایت نرمی سے فرمایا: ''عزیز بھائی! آپ تھوڑی دیر بیٹھ کر میری بات سن لیجیے، پسند آئے تو قبول کر لیجیے ورنہ رد کر دیجئے گا۔''

مصعبؓ کی حلم آمیز گفتگو نے اُسیدؓ کے غیظ و غضب پر پانی کے چھینٹوں کا کام کیا۔ انہوں نے اپنا نیزہ زمین میں گاڑ دیا اور یہ کہتے ہوئے بیٹھ گئے: ''ہاں تم نے انصاف کی بات کی ہے۔ کہو کیا کہتے ہو!''

مصعبؓ نے نہایت دل نشیں انداز میں اسلام کے اُصول بیان کیے اور پھر قرآن حکیم کی چند آیات پڑھیں۔ اُسیدؓ بے اختیار پکار اٹھے:

''یہ کیا ہی اچھا دین ہے اور کتنا بلند کلام ہے یہ! تم لوگ اس دین میں داخل ہوتے وقت کیا کرتے ہو؟''

ابن ہشام نے حضرت اسعدؓ بن زرارہ کا یہ بیان نقل کیا ہے:

''میں اور مصعبؓ نے اس موقع پر اُسیدؓ بن حضیر کے چہرے پر عجیب سی رونق اور بشاشت دیکھی۔ اُن کا انداز کلام دیکھ کر ہم سمجھ گئے کہ وہ اسلام سے متاثر ہو گئے ہیں۔ ہم نے انہیں غسل

کرنے اور پاک کپڑے پہننے کی تلقین کی۔ وہ غسل کرکے اور لباس تبدیل کرکے آئے تو انہیں کلمہ شہادت پڑھوایا اور حلقہ اسلام میں داخل کرلیا۔ پھر دو رکعت نماز پڑھوائی۔''

حضرت اُسیدؓ نے اسلام کی سعادت سے مالا مال ہونے کے بعد حضرت مصعبؓ سے کہا: ''پیچھے ایک آدمی اور بھی ہے اگر وہ حلقہ بگوش اسلام ہوگیا، تو سارا قبیلہ مسلمان ہوجائے گا کیونکہ اُس کی قوم میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں جو اس کی بات نہ مانے۔ میں اُس کو ابھی تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ سیدھے سعدؓ بن معاذ کے پاس پہنچے۔ اُس وقت وہ اپنے قبیلے کے بہت سے آدمیوں میں گھرے بیٹھے تھے۔ اُسیدؓ کو دیکھ کو بولے، خدا کی قسم! جب یہ یہاں سے چلا تھا تو اس کا چہرہ جوش غضب سے تمتما رہا تھا، لیکن اب اس کا کچھ اور ہی رنگ ہے''۔

اُسیدؓ اُن کے قریب پہنچے، تو سعدؓ بن معاذ نے پوچھا: کہو میاں، کیا کر آئے؟''

حضرت اُسیدؓ نے جواب دیا: ''میں نے اُن دونوں آدمیوں سے بات کی۔ بخدا میں نے اُن سے کوئی خطرے کی بات محسوس نہیں کی۔ میں نے اُنہیں روکا، تو بولے ہماری بات سن لو، پھر تمہیں اختیار ہے! جو کام تمہیں ناپسند ہو وہ ہم نہیں کریں گے۔ اُسیدؓ ذرا دیر رُک کر پھر بولے:

''ابھی ابھی میں نے سنا ہے بنی حارثہ کے لوگ سعدؓ بن زرارہ کو قتل کرنے کیلئے نکلے ہیں، محض اس لئے کہ وہ آپ کا خالہ زاد بھائی ہے۔ اس کو قتل کرکے وہ آپ کی تذلیل کرنا چاہتے ہیں''۔

یہ سنتے ہی سعدؓ بن معاذ آگ بگولا ہوگئے، نیزہ ہاتھ میں لیا اور یہ کہتے ہوئے بئرِ مرق کی طرف لپکے۔ ''اُسید! خدا کی قسم جس کام کیلئے تمہیں بھیجا، وہ تو ہوا نہیں البتہ تم ایک نئی مصیبت لے آئے''۔

حضرت اسعدؓ بن زرارہ نے سعدؓ بن معاذ کو آتے دیکھا، تو حضرت مصعبؓ سے کہا: ''یہ اپنی قوم کا سب سے بااثر سردار ہے۔ کوئی شخص بھی اس کی بات رد نہیں کرسکتا۔ اگر یہ اسلام قبول کرلے تو سارا قبیلہ اس کی پیروی کرے گا''۔

حضرت سعدؓ بن معاذ نے دیکھا کہ اسعدؓ اور مصعبؓ اطمینان سے بیٹھے ہیں اور بنو حارثہ کے کسی آدمی کا وہاں نام و نشان تک نہیں۔ سمجھ گئے کہ اُسیدؓ نے چال چلی ہے۔ مجھے یہاں بھیج کر ان لوگوں کی بات سنوانا چاہتے ہیں۔ وہ غضبناک انداز میں حضرت مصعبؓ اور حضرت اسعدؓ کے

قریب جا کر کھڑے ہو گئے اور حضرت اسعدؓ سے کہا:

''ابواُمامہ، خدا کی قسم! اگر میرے اور تمہارے درمیان رشتہ داری نہ ہوتی، تو تم یہ جرأت ہرگز نہ کرتے کہ ہمارے گھروں میں آ کر ہم پر وہ بات ٹھونسنے کی کوشش کرو جسے ہم برا سمجھتے ہیں''۔

حضرت اسعدؓ بن زُرارہ کوئی گئے گزرے آدمی نہ تھے۔ وہ سعدؓ بن معاذ کی بات کا جواب اِسی لہجے میں دے سکتے تھے، لیکن وہ تبلیغ حق کی خاطر وہاں آئے تھے، اِس لئے خالہ زاد بھائی کی تلخ باتیں سن کر صرف مسکرا دیئے۔ البتہ حضرت مصعبؓ نے سعدؓ سے کہا: ''محترم بھائی! ذرا بیٹھ کر ہماری بات تو سن لیجئے۔ پسند آئے، تو مان لیجئے، نہ آئے تو ہم چلے جائیں گے اور وہ بات نہ کہیں گے جو آپ کے خلافِ طبع ہو''۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اس موقع پر حضرت اسعدؓ بن زُرارہ ہی نے اُنہیں یہ کہہ کر حضرت مصعبؓ کی باتیں سننے کی ترغیب دی کہ ''اے بھائی، ذرا اِن کی باتیں سن تو لو، اگر یہ ناگوار معلوم ہوں، تو ان کو نہ ماننا اور اگر کوئی بات بھلی معلوم ہو تو اس کو مان لینا''۔

''یہ بات تم نے قاعدے کی کہی:۔ حضرت سعدؓ نے جواب دیا اور اپنا نیزہ گاڑ کر بیٹھ گئے۔ حضرت مصعبؓ نے اُن کے سامنے اسلام کی خوبیاں بیان کیں اور سورہ زخرف یا حٰمٓ کی چند آیات پڑھ کر سنائیں۔

حضرت اسعدؓ بن زُرارہ اور حضرت مصعبؓ کہتے ہیں کہ قرآن سنتے ہی سعدؓ بن معاذ کے چہرے کی خشونت نرمی اور بشاشت میں بدل گئی اور اُنہوں نے بھی وہی بات پوچھی جو حضرت اُسیدؓ نے پوچھی تھی کہ اس دین میں داخل ہونے کا کیا طریقہ ہے؟ اُنہوں نے غسل کرنے اور کپڑے پاک کرنے کی تلقین کی۔ سعدؓ نہا دھو کر اور پاک کپڑے پہن کر آ گئے، تو اُن حضرات نے پہلے اُنہیں کلمہ شہادت پڑھوایا اور پھر دو رکعت نماز۔ اب سعدؓ اپنا نیزہ اُٹھا کر واپس اپنے قبیلے میں پہنچے۔ اُنہیں دیکھ کر قبیلے کے بعض لوگ پکار اُٹھے۔ ''خدا کی قسم! ہم سعد کو بدلا ہوا پاتے ہیں، اب اُن کا چہرہ وہ نہیں جس کو لے کر گئے تھے''۔

حضرت سعدؓ بن معاذ نے سارے بنو عبدالاشہل کو جمع کیا اور اُن سے پوچھا:۔

''اے بنی عبدالاشہل! تمہارے نزدیک میں کیسا ہوں؟''۔

''آپ ہمارے سردار ہیں، ہم سب سے زیادہ صائب الرائے، عاقل اور معاملہ فہم ہیں''۔

سب نے بیک زبان جواب دیا۔

سعد بولے:۔ ''تو پھر سن لو، تمہارے مردوں اور عورتوں سے بات کرنا مجھ پر حرام ہے جب تک تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہ لے آؤ!!''۔

حضرت سعدؓ بن معاذ کا اعلان سن کر بنو عبدالاشہل کے بیشتر افراد اُسی وقت نعمت اسلام سے سعادت اندوز ہو گئے۔ جو باقی رہ گئے وہ بھی سوائے ایک آدمی الاصیرم بن ثابت کے شام تک مسلمان ہو گئے اور مدینے کے درودیوار تکبیر کے نعروں سے گونجنے لگے۔ (الاصیرمؓ کو بھی اللہ تعالیٰ نے غزوہ اُحد کے موقع پر قبولِ حق کی توفیق دی اور وہ اسی غزوہ میں مردانہ وار لڑ کر شہید ہوئے)

قبول اسلام کے بعد حضرت سعدؓ بن معاذ نے حضرت مصعبؓ کو اپنا مہمان بنا لیا اور پھر حضرت مصعبؓ اور حضرت اسعدؓ کے ساتھ مل کر تبلیغ حق میں دن رات ایک کر دیئے، یہاں تک کہ تین چار کے سوا انصار کے سب گھرانوں میں اسلام پھیل گیا تھا۔ قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعدؓ بن عبادہ اور اُن کے اہل خاندان بھی حلقہ بگوش اسلام ہونے والے اصحاب میں شامل تھے۔ اس طرح اوس اور خزرج کے قریب قریب سبھی سربرآوردہ اور سعید الفطرت لوگ اسلام کے دست و بازو بن گئے۔

اُسی زمانے میں حضرت اسعدؓ بن زُرارہ کو ایک اور عظیم شرف یہ حاصل ہوا کہ انہوں نے یثرب میں سب سے پہلے نمازِ جمعہ پڑھائی۔ مشہور صحابی حضرت کعبؓ بن مالک کے فرزند حضرت عبدالرحمٰنؓ سے روایت ہے کہ بڑھاپے میں میرے والد کی بینائی جاتی رہی تھی۔ میں اُنہیں سہارا دے کر نمازِ جمعہ کیلئے لے جاتا۔ جب اذان کی آواز اُن کے کان میں آتی، تو ابو اُمامہ اسعدؓ بن زرارہ کیلئے مغفرت کی دُعا کیا کرتے۔ میں نے اُن سے پوچھا آپ ہمیشہ کیوں ایسے کرتے ہیں؟ کہنے لگے: ''بیٹے یہ وہ پہلے آدمی ہیں جو ہمیں حرہ بنی بیاضہ (بقیع خضمات) میں رسول اللہ کی آمد سے قبل جمعہ پڑھایا کرتے تھے''۔ میں نے پوچھا ''اس زمانے میں آپ کتنے حضرات تھے؟ جواب دیا: ''چالیس''۔

ابن سیرینؒ سے روایت ہے کہ ابھی نمازِ جمعہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ مدینے کے مسلمانوں نے آپس میں مشورہ کرنے کے بعد فیصلہ کیا کہ وہ ہفتے میں ایک دن ایک جگہ جمع ہو کر با جماعت نماز پڑھا کریں گے۔ چونکہ یہودیوں کا مقدس دن ہفتہ (سبت) اور عیسائیوں کا اتوار تھا، اس

لئے اُن سے امتیاز کیلئے انہوں نے جمعہ کا دن اختیار کیا۔ یہ دن اِس زمانے میں یوم عروبہ کہلاتا تھا۔ سب سے پہلا جمعہ حضرت اسعدؓ بن زُرارہ نے بقیع الخضمات میں پڑھایا!اِس میں چالیس مسلمان شریک تھے۔ اللہ تعالیٰ کو انصار کی یہ ادا ایسی پسند آئی کہ جمعہ کی نماز تمام مسلمانوں پر فرض کردی۔ ہجرت سے پہلے جب اس کا حکم نازل ہوا تو مکہ میں اس کا ادا کرنا ناممکن تھا۔ چنانچہ حضورؐ نے حضرت معصبؓ کو مدینہ خط لکھا اور نماز جمعہ کی امامت کا حکم دیا۔

۱۳ھ بعد بعثت کے موسم حج میں یثرب سے پانچ سو آدمیوں کا ایک قافلہ حج کیلئے مکہ روانہ ہوا۔ اِس قافلے میں حضرت اسعدؓ بن زرارہ سمیت قبائل اوس اور خزرج کے پچھتر ایسے نفوسِ قدسی بھی شامل تھے جو شرفِ ایمان سے بہرہ ور ہو چکے تھے اور سیدِ موجودات ﷺ کو یثرب لانے کیلئے بیتاب تھے۔ اُن میں ۷۳ مرد اور دو خواتین تھیں۔ یثرب میں اسلام کے داعی اول مصعبؓ بن عمیر بھی اِس قافلے کے ہمراہ تھے۔

حج سے فارغ ہونے کے بعد سرورِ عالم ﷺ نے انصار سے ملاقات کیلئے وہ رات مقرر کی جس کی صبح یوم النفر الآخر کہلاتی ہے۔ آپؐ نے اُن کے نمائندوں کو ہدایت کی کہ وہ عقبہ کے نشیبی حصے میں جمع ہو جائیں اور آنے سے پہلے نہ کسی سوتے کو جگائیں اور نہ کسی غیر حاضر کا انتظار کریں۔

یثربی اہل حق نے حضور ﷺ کے ارشاد کی تعمیل کی اور مقررہ رات کو چھپتے چھپاتے ایک ایک دو دو کر کے عقبہ کی گھاٹی میں پہنچ گئے۔ وہاں انہوں نے سرورِ عالم ﷺ کو آپ کے چچا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کے ساتھ موجود پایا۔ حضرت عباسؓ نے اُس وقت تک اعلانیہ اسلام قبول نہیں کیا تھا، لیکن بعض روایتوں کے مطابق وہ در پردہ مسلمان ہو چکے تھے۔ اُنہیں یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ یثرب سے متعدد نو مسلم، سرورِ عالم ﷺ کو یثرب تشریف لے چلنے کی دعوت دینے آئے ہیں۔

حضرت کعبؓ بن مالک انصاری جو اس موقع پر موجود تھے، کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت عباس بن عبدالمطلب نے گفتگو شروع کی۔ انہوں نے اہل یثرب سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اے برادرانِ یثرب! محمد (ﷺ) اپنے خاندان میں معزز و محترم ہیں، مشرکین قریش ان کے جانی دشمن ہیں، تاہم بنو ہاشم اور بنو مطلب نے ہمیشہ دشمنوں سے ان کی حفاظت کی ہے اور آئندہ بھی اپنی استطاعت کے مطابق کرتے رہیں گے، لیکن یہ تمہارے ہاں جانے کے سوا اور کسی

بات پر راضی نہیں۔ اب سوچ لو، اگر تم اپنے وعدوں کو ایفا اور مرتے دم تک ان کی حفاظت کر سکتے ہو، تو کوئی بات کرو۔ اگر اپنے ہاں بلا کر اس بات کا ذرا سا اندیشہ بھی ہو کہ کسی روز تم ان کا ساتھ نہیں دے سکو گے اور انہیں دشمن کے حوالے کرنا پڑے گا، تو انہیں یہیں اپنے حال پر چھوڑ دو!''۔

حضرت عباسؓ کی تقریر سن کر خزرج کے ایک رئیس حضرت براءؓ بن معرور جوش میں آ کر کھڑے ہو گئے اور کہا:

''اے عباس! ہم نے تمہاری بات سنی، تم بھی یاد رکھو ہم نامرد نہیں ہیں، ہم نے تلواروں کے سائے میں پرورش پائی ہے۔۔۔۔''

حضرت ابوالہشیمؓ بن الیتھان نے اُن کی بات کاٹ کر کہا:

''اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارے اور یہودیوں کے درمیان حلیفانہ معاہدے ہیں جو بیعت کے بعد فسخ ہو جائیں گے۔ ایسا نہ ہو جب آپ کو غلبہ حاصل ہو جائے تو آپ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم میں واپس تشریف لے جائیں''۔

حضور ﷺ نے متبسم ہو کر فرمایا:۔

''نہیں، ایسا نہ ہو گا۔ میرا خون تمہارا خون ہے، میرا مدفن تمہارے مدفن کے ساتھ ہے، میں تمہارا ہوں اور تم میرے ہو، میں اُس سے لڑوں گا جس سے تم لڑو گے اور میں اُس سے صلح کروں گا جس سے تم صلح کرو گے''۔

حضور ﷺ کے ارشادات سن کر انصار کا غنچہ دل کھل گیا، انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہؐ ارشاد فرمائیے، ہم کن باتوں پر آپ کی بیعت کریں؟''۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ''میں تم سے ان باتوں پر بیعت لیتا ہوں کہ تم ہر حالت میں حکم سنو گے اور سرِ اطاعت جھکا دو گے، اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرو گے، اللہ کے معاملے میں ہمیشہ حق گوئی سے کام لو گے اور کسی ملامت کرنے والے کی پروا نہیں کرو گے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنا شعار بناؤ گے اور جب میں تمہارے ہاں آؤں تو میری حفاظت اس طرح کرو گے جس طرح اپنی جانوں اور اہل و عیال کی کرتے ہو، اِس کے بدلے میں تمہارے لئے جنت ہے''۔

اس پر سب انصار اُٹھ کر حضور ﷺ کی طرف بڑھے، لیکن حضرت اسعدؓ بن زرارہ نے لپک کر

آپ کا دستِ مبارک اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا: ''ٹھہرو اہل یثرب! ہم لوگوں نے اس سفر میں اونٹوں کے کلیجے محض اس یقین کی بناء پر چھلنی کیے ہیں کہ یہ اللہ کے رسول ہیں۔انہیں اپنے ہاں لے جانا تمام عرب سے عداوت مول لینا ہے۔عین ممکن ہے اس کے نتیجے میں تمہارے اشراف قتل ہوں اور مخالفین کی تلواریں تمہارے ٹکڑے اُڑا دیں۔ اگر یہ سب کچھ برداشت کرنے کی طاقت رکھتے ہو، تو حضورﷺ کو اپنے ہاں لے چلو اور تمہارا اجر اللہ کے ذمے ہے، لیکن اگر کوئی خوف اور خطرہ محسوس کرتے ہو، تو پھر انہیں اپنے حال پر چھوڑ دو اور صاف صاف معذرت کر دو۔اس وقت کی معذرت اللہ کے ہاں زیادہ قابل قبول ہوگی''۔

حضرت اسعدؓ کی باتیں سن کر سب لوگوں نے بیک زبان کہا:

''اسعد تم پیچھے ہٹ جاؤ! خدا کی قسم ہم بیعت کر کے رہیں گے اور پھر اُسے ہرگز نہ توڑیں گے''۔اس پر حضرت اسعدؓ بن زرارہ نے فوراً رحمت عالمﷺ کی بیعت کر لی۔ یہ سعادت انہوں نے تیسری یا چوتھی مرتبہ حاصل کی۔دوسرے انصار نے بھی اُن کی پیروی کی اور سب بڑے ذوق و شوق سے یکے بعد دیگرے حضورﷺ کی بیعت سے مشرف ہو گئے۔ اِس بیعت کو تاریخ میں بیعت لیلۃ العقبہ، بیعت عقبہ ثانیہ، بیعت عقبہ کبیرہ وغیرہ ناموں سے پکارا گیا۔ یہ بیعت تاریخ اسلام میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔فی الحقیقت یہ بیعت عرب و عجم اور جن وانس سے اللہ کی خاطر جنگ کرنے کی بیعت تھی۔ٹھیک اُس وقت جب عرب کا ذرہ ذرہ علمبر دارانِ حق کے خون کا پیاسا تھا، ارض یثرب کے یہ مقدس انسان اُٹھے اور اپنی جانوں، مالوں اور اولادوں کو مکہ کے دُرِ یتیمﷺ کے قدموں میں لا ڈالا۔

اللہ کا لاکھ لاکھ سلام ہو اُن مبارک ہستیوں پر جنہوں نے اپنا سب کچھ راہِ حق میں داؤ پر لگا دیا اور کسی خطرے اور ملامت کو خاطر میں نہ لائے۔اس بیعت نے انصار کو ایک ایسا شرف اور امتیاز عطا کر دیا جس پر وہ ہمیشہ فخر کرتے رہے۔ابن اسحاقؒ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ انصار میں یہ بحث چھڑ گئی کہ لیلۃ العقبہ میں کس شخص کو سب سے پہلے حضورﷺ سے بیعت کی سعادت حاصل ہوئی۔ بنو نجار کہتے تھے یہ شرف اسعدؓ بن زُرارہ کو حاصل ہوا۔بنو سلمہ کہتے تھے کہ سب سے پہلے کعبؓ بن مالک نے بیعت کی۔ بنو عبد الاشہل کا دعویٰ تھا کہ اس معاملے میں ابوالہیشمؓ بن التیہان کو سب پر سبقت حاصل ہے۔آخر یہ معاملہ حضرت عباسؓ بن عبد المطلب کے سامنے پیش ہوا۔

اُنہوں نے فرمایا: سب سے پہلے اسعدؓ بن زرارہ نے بیعت کی۔ اُن کے بعد براءؓ بن معرور نے اور پھر اُسیدؓ بن حضیر نے''۔

حضرت عباسؓ کے اس فیصلے کی رُو سے انصار کے سابقین اولین صحابہؓ میں حضرت اسعدؓ بن زُرارہ کا مقام سرفہرست قرار پاتا ہے۔

بیعت کے بعد سرور عالم ﷺ نے اہل یثرب سے فرمایا: ''موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے بارہ نقیب منتخب کیے تھے۔ تم بھی دینی امور کی حفاظت کیلئے اپنے میں سے بارہ نقیب منتخب کرلو''۔

یثرب کے مسلمانوں نے بارہ نقیب اتفاقِ رائے سے منتخب کر لئے۔ اُن میں سے نو قبیلہ خزرج کے اور تین اوس کے چشم و چراغ تھے۔ خزرج کے نقیبوں میں سے ایک حضرت اسعدؓ بن زرارہ تھے جنہیں یہ امتیازی مرتبہ بھی حاصل ہوا کہ رحمت عالم ﷺ نے اُنہیں ''نقیب النقباء'' مقرر فرمایا۔

اِس کے بعد حضور نے انصار کو ہدایت فرمائی کہ اب تم لوگ خاموشی سے رُخصت ہو جاؤ، اللہ کا حکم ہوگا تو میں ہجرت کر کے تمہارے پاس یثرب آ جاؤں گا۔

بیعت عقبہ کبیرہ کے بعد حضرت اسعدؓ بن زرارہ یثرب واپس آ گئے اور دو چند جوش کے ساتھ دعوت و تبلیغ میں مشغول ہو گئے۔ علامہ ابن سعدؒ کا بیان ہے کہ اُس زمانے میں انصار میں بت شکنی کی تحریک زوروں پر تھی اور بعض پر جوش مسلمان اپنے اپنے قبیلوں کے بت توڑنے میں پیش پیش تھے۔ مشرکین یثرب میں مسلمانوں کا ایسا رُعب چھا گیا تھا کہ انہیں اپنے بت شکن بھائیوں کا سامنا کرنے کی ہمت نہ پڑتی تھی اور وہ خود ساختہ معبودوں کی بربادی پر خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتے تھے۔

بیعت عقبہ کبیرہ ذی الحجہ ۱۳ بعد بعثت میں ہوئی تھی۔ ربیع الاول ۱۴ بعد بعثت میں رحمت عالم ﷺ نے ارضِ مکہ کو الوداع کہا اور یثرب کے نواحی محلے (یا گاؤں) قباء میں نزول اجلال فرمایا۔ یہاں حضرت کلثومؓ بن الہدم کو آپ کی میز بانی کا شرف حاصل ہوا۔ وہ اوس کے خاندان بنو عمرو بن عوف کی شاخ بنو عبید کے ایک معمر بزرگ تھے اور کبرسنی کے عالم میں دولت ایمان سے بہرہ ور ہوئے تھے۔ اس زمانے میں اگرچہ اسلام کی برکت سے اوس اور خزرج کے باہمی جھگڑے

دب گئے تھے، لیکن پھر بھی وہ ایک دوسرے کے محلوں میں جانے سے ہچکچاتے تھے۔ حضورؐ نے قباء میں اوس کے ایک گھرانے میں قیام فرمایا، تو مدینے سے خزرج کے لوگ وہاں آنے میں قدرے متامل ہوئے، لیکن حضورﷺ کے شوقِ ملاقات نے انہیں چین سے نہ بیٹھنے دیا اور اُن کے اکابر والہانہ ذوق وشوق کے ساتھ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوگئے۔ اُن میں حضرت اسعدؓ بن زرارہ نہیں تھے۔ حضورﷺ نے لوگوں سے پوچھا: ''اُسعدؓ بن زرارہ کہاں ہیں؟'' حضرت رفاعہؓ بن عبدالمنذر، حضرت مبشرؓ بن عبدالمنذر اور حضرت سعدؓ بن خشیمہ اوسی نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! اسعدؓ نے جنگ لبعاث میں ہمارے ایک سردار نبتل بن حارث اوسی کو قتل کیا تھا۔ اس لئے شاید وہ یہاں آنے میں خطرہ محسوس کرتے ہیں''۔

اُدھر حضرت اسعدؓ اپنے آقا ومولاؐ کی زیارت کیلئے اِس قدر بے تاب ہوگئے کہ رات کو مغرب اور عشاء کے درمیان منہ پر کپڑا لپیٹ کر سید الانامﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوگئے۔ حضورؐ اُنہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ حضرت اسعدؓ رات بھر حضورﷺ کے پاس رہے اور علی الصباح واپس چلے گئے۔ اُن کے جانے کے بعد رحمت عالمﷺ نے سعدؓ بن خشیمہ اور عبدالمنذر کے بیٹوں مبشرؓ اور رفاعہؓ سے فرمایا: ''میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ اسعدؓ بن زرارہ کو پناہ دو''۔

''اُن تینوں جاں نثاروں نے عرض کیا۔ ''یارسول اللہ! ہم بسروچشم آپؐ کے ارشاد کی تعمیل کریں گے''۔

حضرت سعدؓ بن خشیمہ فوراً حضرت اسعدؓ بن زُرارہ کے مکان پر پہنچے اور اُن کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے اُنہیں اپنے قبیلے بنوعمرو بن عوف میں لے آئے۔ قبیلے کے دوسرے عمائد کو حضورؐ کی خواہش کا علم ہوا تو وہ سب آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''یارسول اللہ! ہم سب سعدؓ بن زُرارہ کو پناہ دیتے ہیں، وہ بلا جھجک یہاں آسکتے ہیں''۔

حضورﷺ نے اُنہیں دعائے خیر دی اور حضرت اسعدؓ نے بلا خوف وخطر آپؐ کی خدمت میں آنا جانا شروع کردیا۔

قباء میں چند دن قیام کے بعد رحمتﷺ نے یثرب کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا تو انصارِ مدینہ نے مسرت اور ابتہاج کے عالم میں اس شان اور جوش وخروش سے آپ کا

استقبال کیا کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ حضورﷺ سے اُن کی عقیدت اور محبت عشق کے درجے تک پہنچی ہوئی تھی۔

رحمت عالمﷺ نے جس دن یثرب میں نزول اجلال فرمایا اُسی دن سے یہ شہر ''مدینۃ النبی'' کا نام اختیار کر گیا۔ علامہ ابن سعد کا بیان ہے کہ مدینہ منورہ میں حضرت ابوایوب انصاریؓ کو اگر حضورﷺ کا میزبان بننے کا شرف عطا ہوا، تو حضرت اسعدؓ بن زُرارہ کو حضورؐ کی اونٹنی قصوا کا میزبان بننے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اتفاق کی بات کہ حضرت ابوایوبؓ اور حضرت اسعدؓ دونوں ہی کا تعلق بنونجار سے تھا۔

حضرت ابوایوبؓ کے ہاں رونق افروز ہونے کے چند دن بعد سرورِ کونینﷺ نے مدینہ منورہ میں خانہ خدا بنانے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت ابوایوبؓ کے گھر کے سامنے ایک قطعہ زمین افتادہ پڑا تھا۔ یہیں آپ کی اونٹنی آ کر بیٹھی تھی۔ حضورﷺ نے اُسی کو مسجد کیلئے منتخب فرمایا۔ اس زمین میں کچھ قبریں اور کھجور کے درخت تھے اور حضورﷺ کی تشریف آوری سے قبل حضرت اسعدؓ بن زُرارہ اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ یہیں نماز پڑھا کرتے تھے۔ اُس زمین کے مالک بنونجار کے دو یتیم بچے سہلؓ اور سہیلؓ تھے جو حضرت اسعدؓ بن زُرارہ کی سرپرستی میں تھے۔ حضورﷺ نے اُن لڑکوں سے زمین کی قیمت دریافت کی، تو انہوں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! یہ زمین ہم حق تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے آپ کی نذر کرتے ہیں''۔

حضورﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے! میں یہ زمین بلا قیمت نہیں لوں گا''

پھر حضورﷺ نے انصار کے اکابر کے مشورے سے اس زمین کی قیمت دس مثقال سونا متعین فرمائی اور یہ قیمت باختلاف روایت حضرت ابوبکر صدیقؓ یا حضرت ابوایوب انصاریؓ سے دلوائی (فتح الباری و مدارج النبوۃ)، لیکن زرقانی کا بیان ہے کہ حضرت اسعدؓ بن زُرارہ نے اپنے زیر کفالت بچوں سے یہ زمین لے کر مسجد کی تعمیر کیلئے حضورﷺ کی نذر کر دی اور اُس کے بدلے میں بچوں کو بنو بیاضہ میں اپنا ایک باغ دے دیا۔

حضرت اسعدؓ بن زُرارہ کو سرورِ عالمﷺ سے کمال درجے کی محبت اور عقیدت تھی، جس دن سے حضورﷺ نے مدینہ منورہ میں قدم رنجہ فرمایا تھا، حضرت اسعدؓ کا بیشتر وقت بارگاہِ رسالتﷺ

میں گزرتا تھا۔ حضور ﷺ بھی اُن پر بڑی شفقت فرماتے اور اُن کو اپنے محبوب ترین جانثاروں میں شمار فرماتے تھے، لیکن افسوس کہ رحمت عالم ﷺ کے اس عاشق صادق کو عہد رسالت ؐ کے صرف چند ہی ماہ دیکھنے نصیب ہوئے۔ انصار مدینہ میں جس طرح انہوں نے حضور ﷺ کا دامن اقدس تھامنے میں سبقت کی تھی، اُسی طرح دنیائے فانی کو خیر باد کہنے میں بھی سبقت کی۔

شوال ۱ھ میں سرور عالم ﷺ نے ابھی مسجد کی تعمیر سے فراغت نہیں پائی تھی کہ حضرت اسعدؓ کے حلق میں شدید درد اُٹھا جو ذبحہ کہلاتا ہے۔ حضور ﷺ نے اُن کی علالت کی خبر سنی تو بے تاب ہو گئے۔ فوراً اُن کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے۔ اُنہیں درد سے بے چین دیکھ کر اپنے دست مبارک سے سر کو داغا، لیکن افاقہ نہ ہوا اور اِسی حالت میں انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ وفات سے پہلے سرور عالم ﷺ سے عرض کی کہ یا رسول اللہ، میں اپنے پیچھے دو کم سن بچیاں چھوڑ رہا ہوں وہ اللہ کے اور آپ ؐ کے حوالے ہیں۔ اُن کے سر پر اپنا دست شفقت رکھیے گا۔

حضرت اسعدؓ انصار میں سرورِ عالم ﷺ کے سب سے بڑے خدمت گزار اور اسلام کے سب سے بڑے سرگرم معاون تھے اِس لئے یہودیوں نے ان کی وفات پر زبانِ طعن دراز کی۔ علامہ ابن جریر طبریؒ کا بیان ہے کہ حضور ﷺ کو حضرت اسعدؓ کی وفات سے شدید صدمہ پہنچا۔ اس موقع پر یہود کی خرافات سن کر آپ ؐ نے فرمایا: ''یہود کہتے ہیں اگر محمدؐ اللہ کے رسول ہوتے، تو ان کا اتنا سرگرم حامی نہ مرتا، حالانکہ بے نیاز خدا کی قضا کے سامنے کسی کی پیش نہیں چلتی۔

سرورِ عالم ﷺ نے خود حضرت اسعدؓ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور پھر انہیں بقیع میں سپردِ خاک کیا۔ ہجرت نبویؐ کے بعد سب سے پہلے حضرت کلثومؓ بن الہدم نے قباء میں وفات پائی تھی۔ اُن کی وفات کے چند ہی دن بعد مدینہ منورہ میں حضرت اسعدؓ بن زُرارہ نے وفات پائی۔ ابن اثیرؒ کا بیان ہے کہ حضور ﷺ نے سب سے پہلی نماز جنازہ حضرت اسعدؓ بن زُرارہ ہی کی پڑھی تھی۔ انصارِ مدینہ کا خیال تھا کہ حضرت اسعدؓ بن زُرارہ سب سے پہلے مسلمان ہین جن کو خاکِ بقیع نے اپنی آغوش میں لیا، لیکن علامہ ابن سعدؒ نے لکھا ہے کہ گورستان بقیع میں پہلے حضرت عثمانؓ بن مظعون دفن ہوئے جن کی وفات اخیر ۲ ھ میں (غزوہ بدر کے بعد) ہوئی۔ اگر ابن سعدؒ کی روایت درست ہے، تو پھر حضرت اسعدؓ کی آخری آرام گاہ کسی اور جگہ بنی ہو گی جس کا اب سراغ

نہیں ملتا۔

حضرت اسعدؓ بن زُرارہ بنو نجار کے نقیب تھے۔ اُن کی رحلت کے بعد بنو نجار بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور التماس کی: ''یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو علم ہے کہ اسعدؓ کی ہم میں کیا منزلت تھی، آپ اُن کی جگہ ہم میں سے کسی کو نقیب مقرر فرمائیں تا کہ اُن کی وفات سے جو خلاء پیدا ہوا ہے، وہ کسی حد تک پورا ہو سکے''۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ''تم لوگ میرے ننھیالی قرابت دار ہو اور میں تم میں سے ہوں۔ اب اسعدؓ کی جگہ میں تمہارا نقیب بن جاتا ہوں''۔

بنو نجار کو اپنی عزت افزائی پر بے پناہ مسرت ہوئی۔ وہ ہمیشہ اس بات پر فخر کیا کرتے کہ خود رسول اکرم ﷺ ہمارے نقیب بنے۔

رحمت عالم ﷺ حضرت اسعدؓ بن زُرارہ کی یتیم بچیوں کو بے حد عزیز جانتے اور اُن پر نہایت شفقت فرماتے۔ حافظ ابن حجرؒ نے ''اصابہ'' میں لکھا ہے کہ حضورؐ نے اُن کو سونے کی بالیاں جن میں موتی پڑے ہوئے تھے، پہنائیں۔

علامہ ابن اثیرؒ نے ''اُسد الغابہ'' میں بیان کیا ہے کہ حضرت اسعدؓ کی ایک بچی کا نام فریعہ تھا وہ سن بلوغ کو پہنچیں، تو سرورِ عالم ﷺ نے اُن کا نکاح حضرت نبیطؓ بن جابر سے کر دیا۔

سیدنا حضرت ابی اُمامہ اسعدؓ بن زُرارہ نے اگرچہ اسلام کے مدنی دور کی ابتدا میں وفات پائی، لیکن اپنے جوش ایمان اور حسن عمل کے جو نقوش انہوں نے اس مختصر عرصے میں صفحہ تاریخ پر ثبت کیے وہ تا ابد فرزندانِ اسلام کو منزل مقصود کی راہ دکھاتے رہیں گے۔ خود رحمت عالم ﷺ نے اُن کے حسن کردار کا اعتراف یوں فرمایا کہ اُن کو ''خیر'' کے لقب سے نوازا اور اُن کی جگہ اپنی ذاتِ اقدس کو بنو نجار کا نقیب تجویز فرمایا۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا!

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سفر نامہ کروایشاء (قسط نمبر 4)

طارق محمود

اوسیک کی سیر

کروشیا کا چوتھا بڑا شہر۔ جس علاقے میں ہے اِسے سلوونیا کہتے ہیں۔ کافی تاریخی عمارات، پلاننگ سے بنا ہوا۔ دریا دے دراوا کا منظر بھی بہت شاندار ہے۔ کچھ عمارتوں پر گولہ باری کے نشانات موجود ہیں جو کہ 1991ء میں دوران جنگ اِس علاقے میں زیادہ تھی۔

اتوار کا دن تھا اِس لئے گرجا گھروں میں آمد و رفت جاری تھی مرکزی گرجا میں داخل ہوئے۔ پادری ایک بچے کیلئے کچھ رسومات ادا کر رہا تھا۔ فارغ ہو چکا تو میں نے دبراوکو سے کہا کہ اس سے پوچھو کہ اِسی جبہ کے ساتھ فوٹو ہمارے ساتھ اتروانے پر اس کو کوئی اعتراض تو نہیں۔ بلا تردد باہر آ گیا اور بخوشی تصاویر بنوائیں۔ کچھ تصاویر حضرت مریم اور عیسیٰ کے مجسموں کے پاس کھڑے ہو کر بھی بنوائیں۔

اعترافِ گناہ:CONFESSION

گرجا میں اعتراف گناہ کا طریقہ دیکھا۔ ایک کیبن میں داخل ہو کر ایک چوکی پر گھٹنے ٹیک کر اور ایک مخصوص انداز میں۔ ایک کھڑکی نما سوراخ کے پاس سر کو رکھ کر اعتراف کرنا ہوتا ہے۔ دوسری طرف پادری موجود ہوتا ہے۔ جو معمول کی اشیر باد دے دیتا ہوگا۔ ویسے اب اکثر لوگ اس کو بے معنی تصور کرتے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں اپنے جیسے انسان کے سامنے اعتراف سے بہتر ہے کہ براہِ راست خدا سے ہی کر لیں۔

میرا سوال یہ تھا کہ جس گناہ سے کوئی لطف نہ اُٹھایا گیا ہو کیا اس کا اعتراف بھی لازم ہے؟ کیا گناہِ بے لذت اپنی سزا آپ نہیں ہوتا۔ بات موقع کی مناسبت سے خوب تھی۔ سننے والوں نے لطف لیا۔

کافی دیر گھوم پھر کر۔ دبراوکو نے اپنے ایک دوست دامر کو فون کیا جو شہر کے مین سکوائر میں واقع ایک اٹالین ریسٹورنٹ میں کام کرتا ہے۔ دامر نے ہمیں ہوٹل کے پاس آنے کا کہا۔ پہنچے تو ساتھ اندر لے گیا۔ ہوٹل اس دن کسی بکنگ کی وجہ سے سب کیلئے available نہیں تھا، ہم جوس وغیرہ پی رہے تھے تو ہوٹل کے مالک نے دامر کے ساتھ ذرا دور رہ کر کچھ بات کی۔ میرا خیال تھا

کہ ملازم کی اس بے قاعدگی پر اسے سرزنش کر رہا ہے کہ اس نے ایک پرائیویٹ تقریب میں ہمیں کیونکہ دعوت دی اندر آنے کی۔

مشروبات کے بعد دامر نے کہا کہ اب آپ کو کھانا کھا کر ہی جانا ہوگا کیونکہ ہوٹل کے مالک نے مجھے خود کہا ہے کہ انہیں کھانا کھلا کر جانے دینا۔ کھانا کھایا جو کہ واقعی لذیز تھا۔ گنجائش سے زیادہ کھا چکے تو دامر نے بتایا کہ ابھی Desert بھی کھانا ہوگا یعنی کچھ کیک وغیرہ۔ اس ساری کاروائی سے معدے طعام سے پر ہو چکے تھے۔ دریائے دراوا کے کنارے چہل قدمی کر کے دریا کی سیر کے بعد میرے ذوق آئس کریم کی تسکین کیلئے دبراوکو نے ایک پارلر پر لے جا کر دور آئس کریم کا چلایا اور اس کے بعد واپسی کا سفر شروع ہوا۔

Bizovac پہنچ کر ایک جگہ سڑک کے کنارے ایک خاتون کار میں بیٹھ رہی تھی۔ دبراوکو نے کار روک کر اس سے دعا سلام کی اور ہمارے بارے میں بتانا شروع کیا۔ اِس دوران ہم بھی باہر نکل آئے اور بالمشافہ تعارف کا مرحلہ مکمل ہوا۔

شد پریشاں خواب من

یہ خاتون ذرا رسم ورواج سے باغیانہ رویہ رکھنے والی اور تخلیات کی دنیا میں رہنے والی تھی۔ اپنے متعلق خود ہی بتانا شروع کر دیا۔ اس کی ترجمانی دبراوکو نے کی۔

کہنے لگی کہ ساری عمر میں نے ایک نہایت آسودہ زندگی کے خواب دیکھے اور میری حد سے بڑھی ہوئی خواہش تھی کہ میں شہزادیوں کی طرح زندگی بسر کروں۔ جس چیز کو سرسری طور پر بھی پسند کروں وہ میری گرفت میں ہو۔ خاوند اتنا امیر ہو کہ مجھے پیسے گننے کا تردد بھی نہ کرنا پڑے۔ بس چیز پسند کی اور پیک کروالی۔ لیکن۔ دبراوکو۔ اِن کو بتاؤ۔ کہ میرے ساتھ کیا ہوا۔ جب میں نے شادی کی تو میرے خاوند کے پاس ایک سائیکل تھی (اِس بات سے میں نے اندازہ لگایا کہ یہ معاملہ اس کی طرف سے شروع ہوا ہوگا)۔ اور جب پہلی بیٹی ہوئی تو وہ Disabled تھی۔ اِس کے بعد دو جڑواں بچے ہوئے۔ ان میں سے پھر ایک بیٹی معذور۔ اور میرے سب خواب چکنا چور ہو کر رہ گئے، اب میں ہوں ماتم یک شہرِ آرزو۔ کبھی کبھی میں تنہائی میں چلا اُٹھتی ہوں۔

میں نے پوچھا کہ ایک بات کا جواب چاہیئے اگرچہ ذاتی نوعیت کا ہے۔ اقرار پر میں نے کہا کہ کیا اب بھی تمہیں اپنے خاوند سے محبت ہے؟ چند لمحے توقف کر کے بولی کہ نہیں۔ وہ بہت اچھا ہے خیال رکھتا ہے دونوں ایک دوسرے کا بڑا احترام کرتے ہیں لیکن محبت۔ محسوس نہیں ہوتی۔

میں نے معمول کا جملہ سنایا کہ شادی کو مرگ محبت کہا جاتا ہے۔ اس نے بھرپور تائید کرتے ہوئے کہا کہ سو فیصد صحیح بات ہے۔

اس عرصے میں اِسکے بچے نے کار میں کیک وغیرہ بکھیر کر خوب گند پھیلا دیا تھا۔ لب سڑک ملاقات بھی طول پکڑتی جا رہی تھی۔ خاتون کا انداز بیاں دلچسپ اگرچہ حقائق نہایت تلخ تھے۔ اس نے ہمیں گھر آنے کی دعوت دی جو متفقہ رائے سے قبول کر لی گئی۔ اور ایک گھنٹے کے بعد آنے کا کہہ کر ہم رخصت ہوئے ایک برائے نام جھیل جو ایک بھٹہ خشت و بلاک سازی کی فیکٹری کیلئے کھودی گئی جگہ میں پانی جمع ہونے سے بن چکی ہے۔ اس کو ہم نے Dubravko Lake کا نام دیا۔ کیونکہ وہ وہاں بہت خوش رہتا ہے اور اپنے خصوصی دوستوں کو ہی وہاں لے کر جاتا ہے۔

خانہ فرینکی جو ہمہ آفتاب نہ تھا

فرینکی کا گھر جھیل سے واپسی پر ہمارے راستے میں تھا۔ اور اِس اجنبی دوست کے گھر والوں سے ملے بغیر جانا ممکن نہ تھا کیونکہ یہ دبراوکو کا گہرا دوست ہے۔ فرینکی Mechanical Engg کے بعد زیگرب میں ملازمت کر رہا ہے۔ کام زیادہ معاوضہ کم۔ فرصت کے اوقات اسے کم ہی نصیب ہیں۔

اس کے گھر داخل ہوئے تو بغیر کسی تجزیے کے۔ واضح تھا کہ یہ گھر اوسط درجے سے بھی نیچے ہے مالی اعتبار سے، پلاٹ کا سائز تو تقریباً اتنا ہی تھا البتہ مجموعی حالت کچھ معاشی بدحالی کا پتہ دے رہی تھی۔ رہائشی حصے کے ساتھ ہی ایک بڑا کمرہ، تین گائیں بندھی تھیں اور والدہ فرینکی دودھ دھو کر فارغ ہوئی تھی۔ ہاتھوں سے نہیں بلکہ ایک مشین سی تھی۔ ترکیب اس کے استعمال کی نہ دیکھ سکے۔ اس کے آگے سؤروں کا باڑہ تھا۔ فرینکی کے بھائی کا رہائشی حصہ نسبتاً بہتر تھا۔ وہیں کرسیاں لگا کر بیٹھ گئے، فرینکی کی والدہ پہلے تو کچھ حیران سی ہوئی تھی لیکن جب اِسے پتہ چلا کہ ہم اِسکے بیٹے سے ملے ہیں اور اسے جانتے ہیں تو اس سادہ طبیعت خاتون کی آنکھوں میں بالواسطہ تعلق کی چمک محسوس ہوئی۔ تازہ دودھ اشتیاق نے پیا۔ میں نے چاکلیٹ پر اکتفا کیا۔

فرینکی کا والد بھی ہمارے پاس آ گیا۔ وہ اور والدہ فرینکی مسلسل کھڑے رہے ہمارے پاس آنے سے پہلے والدہ فرینکی نے ایک ڈبہ چیز کا، گھر کا بنا ہوا اصرار کے ساتھ ہمیں دیا۔ ایک ہتھ ریڑھی پر دودھ کے ڈبے رکھ کر وہ تیار ہوگئی تھی دودھ پہنچانے کیلئے گھروں میں، میں نے دودھ کی قیمت فروخت پوچھی تو ۳ کونا فی کلو۔ ایک کونا تقریباً سات روپے کا ہے۔ اِس حساب سے دودھ کا

ریٹ وہی تھا جو ہمارے ہاں ہے جبکہ بہت سی اشیائے صرف کئی گنا مہنگی ہیں۔

اخلاص کی مہک یقیناً یہاں بھی تھی۔ اگر معاشی آسودگی کم ہو تو بہت سی باتیں اظہار کی تشنگی کا شکار رہتی ہیں۔

زندہ سور اتنے قریب سے کبھی نہیں دیکھے تھے اپنی اصل شکل میں (شکل انسانی میں تو بکثرت مل جاتے ہیں) ہمارے ہاں تو یہ مخلوق، بدترین حقارت کی مستحق گردانی جاتی ہے۔ سڑکوں پر مرے ہوئے ہی کبھی کبھار دیکھے بھورے سے رنگ کے۔

لیکن یہ سور۔ بالکل سفید رنگ کے تھے اپنے دیگر ہم وطنوں کی طرح، الوداع خانۂ فرینکی۔ یسوع مسیح کی برکت سے تمہیں معاشی آسودگی نصیب ہو۔

اور پھر تخیل زدہ خاتون

فرینکی کے گھر سے نکلے تو وقت ہو چکا تھا اس انوکھی خاتون کے ہاں جانے کا۔

جب پہنچے تو وہ گھر پر نہ تھی۔ معذور بیٹی اور بیٹا گھر پہ تھے۔ خاوند چھوٹے تندرست بیٹے کو لے کر فٹ بال میچ دیکھنے گیا ہوا تھا۔ کچھ دیر میں آ گئی اور پھر وہ تھی اور اسکی باتیں، اسے سننے سے زیادہ سنانے سے دلچسپی تھی، کئی البم اٹھا لائی اپنے اچھے دور میں کھچوائے ہوئے، اشتیاق فوٹو دیکھتے جا رہے تھے اور وقفے وقفے سے اسکی تعریف حسب معمول کئے جا رہے تھے۔

You are looking like lady diana

میں نے حسب معمول، تحلیل نفسی کیلئے عمل جراحت جاری رکھا تنقیدی سوالوں کا۔

کہنے لگی کہ میری شدید خواہش ہے کہ کوئی بہت امیر شخص میرا دوست ہو اور میں یہ چھوٹے چھوٹے حساب کتاب سے بہت بلند ہو جاؤں۔ کیا میری یہ خواہش کبھی پوری ہو گی۔ یہ سوال مجھ سے تھا۔ میں نے ایک دو مثالیں ذاتی دے کر اسے باور کروایا کہ طلب صادق ہو تو انسان پا ہی لیتا ہے۔ البتہ اگر اسے سمجھ آ سکتی تو یہ شعر اسے ضرور سناتا۔

اے دولت سکوں کے طلبگار۔ دیکھنا
شبنم سے جل گیا ہے گلستان کبھی کبھی

اِسے کیا معلوم یہاں خواہش پوری ہونے کی قیمت چکانی پڑ سکتی ہے بعض اوقات۔ اور کسی برسوں پرانی آرزو کے پورا ہونے پر انسان چلا اُٹھتا ہے کہ کاش میں نے یہ آرزو نہ کی ہوتی۔ اس خاتون کا گھر اس علاقے کے اچھے اور آسودہ گھروں میں سے تھا۔ ایک Drug Store میں

کے علاوہ بھی فلیٹ اس کی ملکیت ہیں۔ کل دولت کا تخمینہ نصف کروڑ سے کم نہ ہوگا لیکن Share
اس کے بقول گن گن کر خرچ کرنا نہیں بلکہ بے حساب لٹانا اس کا خواب ہے۔
میں سوچ رہا تھا کہ اگر اس صورتِ حال میں اس کا خاوند آجائے تو کیا کیفیت ہوگی۔ تھوڑی دیر میں موصوف بھی آ گئے۔
نامانوس چہروں کو دیکھ کر ٹھٹھک گیا لیکن تعارف پر گھل مل گئے اشتیاق نے مسٹر دار کو کے ساتھ ماریا کی تصاویر پر تبصرہ جاری رکھا اور ایک فقرہ بکثرت سنائی دیا کہ۔

Your wife looks like lady diana.

پتہ نہیں اس کیلیئے اب وہ ڈیانا ہی تھی یا ڈائن بن چکی تھی۔ علامہ اکبر الہ آبادی کا شعر یاد آ گیا کہ

خیر سے میاں بیوی دونوں ہی مہذب ہیں
حیا اِنکو نہیں آتی انہیں غیرت نہیں آتی

لیکن یہاں پیمانے کافی مختلف ہیں شرم وحیا اور غیرت کے معلوم نہیں کہ یہ لوگ فطرت کے زیادہ قریب ہیں یا ہم۔ دعویٰ تو ہمارا ہی ہے دین فطرت پر عمل پیرا ہونے کا اگر چہ۔۔۔ غیر فطری معاملات ہمارے ہاں بکثرت ہوتے ہیں۔
خاتون کا تصور امیر شخص کی امارت کے بارے میں بہت ہی مبالغہ آمیز تھا اور نہ اسکی خواہش کم از کم دو ماہ کیلیئے ہی سہی، پوری کرنے کیلیئے اُمیدوار بنا جاسکتا تھا۔
دس بجنے کو تھے۔ باتوں کے آگے بند باندھا اور اجازت لے کر رُخ کیا دبراوکو کے گھر۔ بہت لگاؤ سے رُخصت کیا دونوں نے۔

دیکھا کیے مڑ مڑ کے ہمیں حدِ نگاہ تک

دبراوکو کے ہاں اسکی والدہ نے مچھلی فرائی کرنے کا پروگرام بنا رکھا تھا۔ یہاں کچن میں ایک چھوٹی ڈائننگ ٹیبل اور 4 کرسیاں رکھنے کا رواج عام ہے جو مجھے بہت پسند آیا۔ ساتھ ساتھ کھانا بنانے کا عمل بھی جاری رہتا ہے اور ملاقات بھی۔
میں نے کچن میں بیٹھ کر کھانے کی تجویز دی۔ پتہ چلا کہ اسکی والدہ بھی یہی کہہ رہی تھی۔ مقصد دونوں کا یہی تھا کہ یہ آخری لمحات مزید گپ شپ میں گذارے جائیں۔
مچھلی بہت لذیذ بنی تھی۔ ہم کھاتے رہے ختم ہونے تک بعد میں کچھ فوٹو وغیرہ کھینچے گئے۔

محسوس ہو رہا تھا کہ ہمارے قیام سے انہیں راحت ہوئی ہے۔ اس میں اکلوتے بیٹے کی خوشی کی آسودگی بھی شامل ہوگی۔

رات نصف سے زیادہ ہوئی تو ریلوے سٹیشن کیلئے نکلے کچھ ویسی ہی کیفیت محسوس ہوئی جیسی بچپن اور لڑکپن میں ساہیوال کے اپنے گاؤں سے رُخصت ہوتے ہوئے ہوا کرتی تھی۔

دبراوکو نے گلے مل کے رُخصت کیا ٹرین کے آنے پر جو کہ یہاں کے دستور کے مطابق نہایت معیوب بات شمار کی جاتی ہے۔

ہر ملکے و ہر رسمے

الوداع BIZOVAC الوداع

ٹرین میں پھر ڈھونڈ کر میں ایک کمپارٹمنٹ میں چلا آیا جہاں ایک نوجوان طور اطوار سے تہذیب یافتہ نظر آیا۔

بات شروع ہوئی تو نیند پوری کرنا خواب ہی بن گیا۔ موضوع کچھ رسم و رواج کچھ بودوباش یورپ کے ساکنوں کی اور میرے پسندیدہ موضوعات عقائد اور اعمال سے متعلق، وسیع القلب نوجوان تھا۔ کسی سوال کا برا نہیں منایا۔

رائج الوقت مذہب سے بیزار۔

باتوں باتوں میں جب اسے پتہ چلا کہ ہمارے ہاں کزن میرج کا رواج عام ہے اور میں بھی اِسی گروہ سے ہوں تو وہ بہت متحیر ہوا۔ اس نے بتایا کہ۔

ہمارے معاشرے میں کزن میرج کو نہایت قبیح فعل گردانا جاتا ہے اور ایسے فعل کے مرتکب کے پاس بھی شاید بیٹھنا لوگ گوارانہ کریں۔ مجھے البتہ اس نے کمال مہربانی سے اس رویہ کا مستحق نہ گردانا۔

اس کے بقول میڈیکل سائنس کے ذریعے اس (کزن میرج) کی خرابیاں پائی جانے کے باوجود کیوں یہ لوگ حماقت کرتے ہیں۔

بات وہی ہے کہ انسان جس سوسائٹی میں پروان چڑھتا ہے اِسکے بنائے ہوئے معیار ہی اس کیلئے Standard بن جاتے ہیں عموماً۔ اور پسند ناپسند کا معیار بھی وہی متعین کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں، میں نے اِسے بتایا کہ اِسکی سائنسی توجیہہ سے تو لوگ متفق ہیں مگر اسے اتنا گھناؤنا فعل نہیں سمجھتے۔ (جاری ہے)

وَعَسٰی اَنْ تُکْرِھُوْا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَعَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا
شَیْاءً وَّھُوَ شَرٌّ لَّکُمْ ط وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○

(البقرہ ۔ 216)

ترجمہ

عجب نہیں کہ ایک چیز تمہیں بُری لگے اور وہ تمہارے حق میں بھلی
ہو اور ایک چیز تمہیں بھلی لگے اور وہ تمہارے لئے مُضر ہو۔ اللہ
بہتر جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

تعمیر ملت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

قرون اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔

چراغ راہ

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔

سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔

زوال امت میں امراء، علماء، صوفیا کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔

تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوف کے انسانی زندگی پر اثرات۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد و اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔

حقیقت وحدت الوجود

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔

مصنفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدہ کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کر دیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقا اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریہ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔

Reg: SR - 01

Website: www.toheedia.net